

دعوت حق کا ترجمان

ماہنامہ

داعی
نقیب اہلسنت کراچی

JUNE 2011

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



دامت برکاتہم
العالیہ

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

کی نئی تصنیف

الاعلام القرآن

سورة الاحق تاسورة الناس ايمان افروز تفسير
چند نمایاں خصوصیات

- ☆ خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ ☆ اور فغنالک ذکرک
- ☆ احسن التقویم کا مفہوم ☆ حضور ﷺ کو نبوت کب ملی؟
- ☆ شب قدر مخفی کیوں؟ ☆ مومن کے لئے چار جنتیں
- ☆ قیامت کا زلزلہ ☆ ایمان کے تقاضے کیا ہیں؟
- ☆ دنیا مردار اور اس کے طالب ☆ واقعہ فیل
- ☆ گستاخ رسول کی سزا ☆ تعویذ اور دم جائز ہے

ملنے کا پتہ: مکتبہ انوار القرآن

میں مسیح الدین کارڈن، کراچی، فون نمبر 021-32431608

دعوت حق کا ترجمان

دلائی

مدیر اعلیٰ

محمد عرفان حسین

مدیران منتظم
محمد احمد صدیقی
محمد خالد ماتریدی
محمد جاوید قادری
منتظم ترسیلات
محمد جاوید اختر
محمد شفیع رانا

جلس مشاورت

زادہ اشتیاق
محمد غفران قادری
محمد اسد جواد
محمد محفوظ
محمد عاصم صدیقی
کمپوزنگ محمد عاصم

رابطہ خط و کتابت

محمد جاوید اختر
دفتر ۸، بلاک نمبر ۷،
نزد عائنہ منزل پوسٹ آفس،

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چہرے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
جلد نمبر 1 شماره نمبر 4
جون 2011ء رجب المرجب 1432ھ

جلس ادارت

جناب ابرار احمد رحمانی
جناب خلیل الرحمن چشتی
جناب ناصر خان قادری

فہرست

- 02 سچا انقلاب
- 04 قوت ایمانی
- 07 خدا کی بندگی
- 08 مشرق وسطیٰ کی تحریکیں
- 10 مسلمان کا شخص
- 13 کیا صلیبی جنگ شروع ہو چکی ہے؟
- 14 تعمیر معاشرہ
- 17 اسلامی صحافت
- 20 اسلام کا تعلیمی نظام
- 23 سوباتوں سے پرہیز
- 25 اسلامی آداب معاشرت
- 27 عورت اسلام کی نظر میں
- 29 فتح طرابلس
- 31 معاشرے میں خرافات
- 32 موسم گرما کی سوغات
- 34 کیا تعلیم یافتہ انسان ہی ہاشور ہے؟
- 36 خون کی پیاس کب بجھے گی؟
- 38 خبریں

سچا انقلاب

از
میاں عبدالرشید

حضور ﷺ کی نگاہ فیض اثر سے نئے انسان تخلیق ہوئے۔ نئے زمانے وجود میں آئے۔ نئے امکانات کے دروازے کھلے۔ بظاہر انسان وہی رہا۔ مگر ان کے عقائد، عوام، خیالات، محسوسات، مقاصد اور طور طریقے سب بدل گئے۔ آپ ﷺ نے ایک لاکھ چوبیس یا چوالیس ہزار ایسے قدسی انسان پیدا کیے جن میں سے ہر ایک ولی اللہ تھا مزدور سے گورنر اور سپاہی سے سپہ سالار تک حضور ﷺ سے قبل تشریف لانے والے عام نہیں، خاص تنگیوں کی زندگیوں پر نظر ڈالیے۔ انہوں نے اپنے کتنے ساتھی بنائے اور ان کے ساتھیوں نے کہاں تک ان کا ساتھ دیا۔ پھر حضور ﷺ کے صحابہ کرام پر نظر ڈالئے۔ ان کی تعداد دیکھئے۔ ان کی جاں فروشی دیکھئے۔ ان کا شمار دیکھئے۔ ان کا نامساند حالات کے پہاڑوں سے ٹکرا جانا دیکھئے۔ ان کا سمندروں کے سینوں پر چڑ جانا دیکھئے کہ کبھی مثال ایسے ساتھیوں کی؟ کوئی صدیق اکبر بنا تو کوئی فاروق اعظم، کوئی عثمان غنی ہوا، تو کوئی علی مرتضیٰ، کسی نے سیف اللہ کا لقب پایا۔ کوئی فن حرب کا عظیم ترین ماہر بنا۔ کوئی بہترین منتظم بنا۔ کوئی بہترین سیاست دان، کوئی بہترین سفیر، کوئی فقیر، ایسا فقیر جس سے دریاؤں کے دل دہل جائیں۔ سیزر بڑا فاتح مٹا جاتا ہے کیونکہ اُس نے مصر فتح کیا تھا۔ سکندر اعظم ہے کیونکہ وہ فاتح ایران ہوا۔ ہمارے حضور ﷺ کے ادنیٰ غلاموں نے ایران و روم و مصر کو پاؤں تلے روند ڈالا۔ تو فاتح کا ایک سیل رواں تھا۔ جس نے جدھر رخ کیا کوئی اسے روک نہ سکا۔ کسی کی شخصیت نے توانائی کے اس بے پناہ سمندر کا دروازہ کھولا۔ پہلے بھی تو یہی عرب تھے اُس وقت وہ کیوں فاتح نہ بن گئے۔ فتوحات سے زیادہ حیران کن چیز حق و کامیابی اور حکومت و حاکمیت میں ان کا طرز عمل تھا۔ غرور تھا نہ تکبر۔ ظلم تھا نہ

ظلم کی بھی طلب تھی۔ اور ساری زندگی حق و باطل ہی کے معرکوں میں گزری اور انہی معرکوں میں زندگی گزارتے ہوئے معرفت و عرفان کی وہ منزلیں طے کرائیں جو دنیا سے الگ تھلگ ہو کر بیٹھ رہنے والوں کے دہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔

یہ تھا وہ سپا اور مکمل انقلاب جو ہمارے حضور ﷺ کے دم قدم سے ظہور میں آیا۔ یوں تو فرانس اور روس میں یہود کے ایمان سے جو فتنہ و فساد برپا کیا، بعض لوگ اسے بھی انقلاب کہتے ہیں، مگر وہ جھوٹے انقلاب تھے۔ انہوں نے حالات کو بد سے بدتر کر دیا۔ ان نام نہاد انقلابیوں کے دوران شیطانیت بگنی ناچی اور اس کے پاؤں تلے نیکی، شرافت اور تمام اعلیٰ انسانی اقدار کچل گئیں۔ آزادی کے معنی مادر پدر آزادی ظلم، مساوات کا یہ مطلب نکالا گیا کہ شریف اور بد معاش، بھختی اور

کامل، وفادار اور غدار سب برابر ہیں۔ جمہوریت سے یہ مراد لی گئی کہ تجربہ کار اور نا تجربہ کار، ایک جیسی اہمیت حاصل ہے۔ آزادی کے نام پر انسان کو آزادی سے محروم کر دیا گیا۔ بنیادی حقوق کے نام پر اس سے بنیادی انسانی حقوق چھین لئے گئے۔ جمہوریت کے نام پر اس پر غلہ گردی مسلط کر دی گئی۔

اعراض کیا جاتا ہے کہ پھر حضور ﷺ کا قائم کردہ انقلابی معاشرہ تادیر کیوں نہیں قائم رہا۔ اسلئے کہ وہ نوع انسانی کے تدریجی ارتقاء کے طور پر وجود میں آیا تھا۔ بلکہ حضور اکرم ﷺ اسے اپنی عظیم شخصیت کے زور سے وجود میں لائے تھے تاکہ انسانیت کے لئے ایک مثالی معاشرہ قائم ہو جائے۔ اور پھر وہ خود اپنی کوشش سے قدم بہ قدم چل کر اس تک پہنچے۔ ایسا مثالی معاشرہ جس میں بطور انسان سب برابر ہوں۔ مگر جو نیکی کما سے دو عزت پائے۔ سب کو ایک جیسے مواقع میسر ہوں۔ مگر کوشش و محنت کرے وہ آگے نکل جائے۔ مجرور و اکسار ہو۔ مگر کمزوری نہ ہو۔ کمزور میں قوت ہو مگر کمی پر ظلم نہ ہو۔

☆☆☆☆

بقیہ۔۔۔ خدا کی بندگی

وہ سب اللہ کی عطا ہے، اور اس کا کرم، اگر میں اس انعام و اکرام بھول جاؤں تو مجھ سے بڑا ناشکر اور کافر کوئی نہیں ہوگا اس لئے میں ہمیشہ دنیا کی نوکری پر خدا کی بندگی کو ترجیح دیتا ہوں۔ یہ سن کر شاہ مظفر بجائے غضبناک ہونے کے نرنناک ہو گیا اور بولا "ابو منصور، مہاراجہ اور تقریب کے ان لمحات میں مجھے بھی یاد رکھا کرو اور دعا کیا کرو کہ خدا مجھے نظم مملکت اچھے طریقے اور لوگوں کی خدمت سے چھ ہنہ کے ساتھ کرنے کی توفیق ارزانی کرے"

اللہ کی بندگی کا قرینہ ہر حال میں ملحوظ رکھنے کا فوری نتیجہ یہ سامنے آیا کہ حاسدین نے بادشاہ کو ابو منصور سے دور کرنے کی سازش کی تھی مگر خدا نے اسے بادشاہ کے قلب و دماغ کے اور قریب کر دیا۔

بقیہ۔۔۔ تعمیر معاشرہ اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات

نبی آخر الزماں ﷺ معاشی مسائل کو حل کرنے کے لئے یہ نہیں چاہتے تھے کہ انسان کشی کی جائے بلکہ آپ چاہتے تھے کہ معاشی مسائل کو حل کرنے کے لئے پیداوار بڑھائی جائے۔ اسی طرح آپ نے ایک طرف بار بار بخل اور سنجوسی سے منع فرمایا ہے تو دوسری طرف فضول خرچی سے روکا ہے تاکہ دولت کا بے جا ضیاع رک جائے اور وہ فقیر کاموں میں استعمال ہو سکے۔

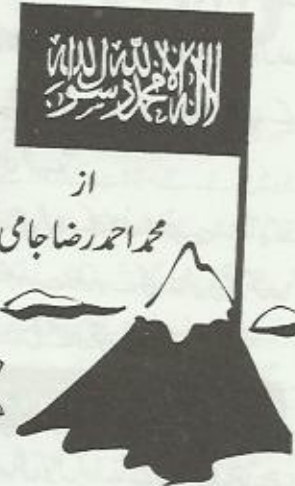
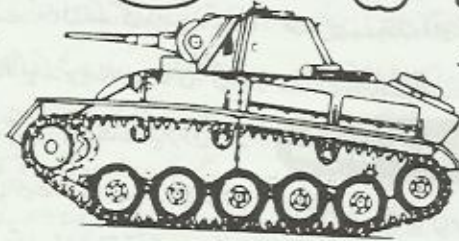
بقیہ۔۔۔ اسلام کا تعلیمی نظام

درمیان میں نہیں لاتے تھے۔ سمجھانے کے لئے ضروری اور اہم باتوں کی تکرار فرماتے تھے آپ کی محفل میں اکھڑ عرب ہدا اکھڑ آ کر تھے اور اکھڑ آداب محفل کا لحاظ کیے بغیر ناشائستہ گفتگو کرتے تھے اور اہل بے سرو پا سوالات کرتے تھے۔ مگر آپ ان کے سوالات کو لہجہ محفل اور ضبطے دل سے سنتے تھے اور ان کے مزاج اور ذہنیت کے مطابق تسلی بخش جواب دیتے تھے جس سے وہ مطمئن ہو جاتے تھے۔

جمع پونجی مال اور اثاثے کی رکھوالی اور نگرانی ایک فطری عمل ہے۔ کوشش ہوتی ہے کہ جو کچھ بچا کر رکھا ہے کچھ آفتوں اور کچھ خود اپنی بداندیشی سے ضائع نہ ہونے پائے۔ مشکل یہ ہے کہ انسان کب تک اور کہاں تک چوکنار ہے۔ بھول چوک ہوئی جاتی ہے اور ذرا سی لاپرواہی معاملہ بگاڑ دیتی ہے۔ مصالحت کی

ہے اللہ کے ایسے بندے جان دے کر اپنا نام زندہ رکھتے ہیں۔ تاریخ کے ہر دور میں اللہ کے ایسے بندوں کی روشن مثالیں ملتی ہیں جن کا عمل جن کا کردار ہمارے لئے روشنی مہیا کرتا ہے جیسے کا سلیقہ بتاتا ہے کہ دار کا غازی بننے کا حوصلہ بخشتا ہے مرنے کا قرینہ بتاتا ہے شہادت کی خوشخبری

قوت ایمانی



از محمد احمد رضا جامی

دیتا ہے یہ ایمان کی قوت ہی ہے کہ بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر طرح کی اذیت برداشت کرتے ہیں جتنی ریت پر کوزوں کی چوٹ سے پورا جسم لہولہاں ہو جاتا ہے لیکن زبان سے یہی نکلتا ہے ”اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔“

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے ان پر ہر طرح کا دباؤ ڈالا جاتا ہے طرح طرح کی تکلیف دی جاتی ہے کہا جاتا ہے اقرار کرو کہ قرآن احادیث ہے قدیم نہیں انسان کا کلام ہے مگر ان میں ایمان کی قوت ہے۔ صاف انکار کر دیتے ہیں سلطان وقت کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑتا ہے لیکن امام اذیتوں کی تاب نہیں لا سکتے اور چند دنوں میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دیتے ہیں۔

یہ ایمان کی قوت ہی ہے کہ تحریک آزادی کے رہنما مولانا محمد علی جوہر انگریز کی عدالت میں دو ٹوک اعلان کرتے ہیں کہ میں انگریز کا قانون نہیں مانتا میں خدا کا قانون مانتا ہوں کہ یہی حق ہے میرا مرنے جینا اللہ کی خاطر ہے ضرورت ہوئی تو اللہ کی خاطر میں اپنی پیاری بی

ایک صورت یوں نکلتی ہے کہ جو چیزیں زیادہ قیمتی ہیں ان پر زیادہ توجہ دی جائے کڑی نظر رکھی جائے۔ مثلاً مکان، جائیداد کے کاغذات بینک کا حساب کتاب، چیک بک، نقدی، زیور وغیرہ احتیاط اس لئے کہ اگر کبھی چور گھر میں گھس آئے تو یہ قیمتی چیزیں ان کے ہلے نہ پڑیں۔ کم قیمت کا کچھ سامان گیا تو گھانا نہیں ہوا اور اگر کبھی ایسی صورت پیش آئے کہ مال کے ساتھ جان کا خطرہ بھی ہو تو ظاہر مال کی پرواہ نہیں ہوتی جان کی فکر ہوتی ہے جان ہے تو جہاں ہے مال ہاتھ سے گیا تو گیمیا محنت مشقت سے پھر آجائے گا جان گئی تو گئی پھر قیمتی سامان کس کام کا جان بچ گئی تو پرودگار کا شکر ادا کیا اور دوبارہ زندگی کا سروسامان مہیا کرنے میں مصروف ہو گئے توفیق الہی شامل کی تو حالت پھر سدھر گئے زندگی معمول پر آگئی۔

یہ تو ہوا مال اور جان کا معاملہ چھوڑیں یا جان سے جائیں فطری فیصلہ ظاہر ہے کیا ہو سکتا ہے جان مقدم ہے ایک مرحلہ اور آتا ہے اگر معاملہ جان اور ایمان کا ہے تو انسان کسے بچائے یہ وقت کڑی آزمائش اور سخت امتحان کا وقت ہوتا ہے۔

مدینے سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر احد کے میدان میں آج حق و باطل کا زبردست معرکہ تھا دنیا کے کفر کے سارے سورما آہن فولاد کے حبیب ہتھیاروں سے مسلح ہو کر مڈی دل کے طرح ٹوٹ پڑے۔

اور سارے قبائل میں شور تھا کہ آج مدینے کی اہانت سے اہانت بچ جائے گی اور صفیٰ ہستی سے اسلام کا نام و نشان مٹا کر رکھ دیا جائے گا۔

اور مدینے میں جذبات کے پہچان کا یہ عالم تھا کہ مجاہدین کورات کاٹنی مشکل ہو گئی۔ جونہی سویرا ہوا چمکتی ہوئی تلواروں کی جھنکارے کو چوہا زار گونج اٹھے۔

ہر جوان سر بکف، ہر بچہ کفن بدوش، ہر عورت دست بدعا اور ہر بوڑھا شوق شہادت میں سرشار نظر آ رہا تھا۔

رسول محترم ﷺ کے محبوب صحابی حضرت عمرو بن جوح جو پاؤں سے لنگڑے تھے وہ بھی محاذ جنگ پر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

لوگوں نے ہزار سمجھایا کہ تم معذور ہو چلنا پھرنا مشکل ہے تم وہاں جا کر کیا کرو گے؟ تمہارے چار بیٹے تو جا ہی رہے ہیں اب تمہارے ذمہ اسلام کا کون سا حق باقی رہ جاتا ہے؟

انہوں نے جذبات سے مغلوب ہو کر جواب دیا: ”اسلام کا حق صرف اتنا ہی نہیں ہے اسلام کا حق یہ بھی ہے کہ کلہ حق کی سر بلندی کے لئے میری رگوں کا سارا خون مقتل کی خاک میں جذب ہو جائے اور میری لاش کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے جائیں۔“

”میرے لئے کتنی محرومی کی بات ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں حسرت سے ان کا منہ نہکتا رہوں۔“

اسی بے تابی شوق میں گھر پہنچے تو بیوی نے دیکھتے ہی کہا: ”جان بچا کر چھپنے والوں کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے احد کی طرف جاؤ آج وہی تمہاری منزل عیش ہے۔“

یہ طعنہ ایک تیز نشتر کی طرح جگر میں پیوست ہو گیا زخم کی تکلیف سے آنکھوں میں آنسو آگئے تلوار اٹھائی نیزہ سنبھالا اور قبیلہ کی طرف رخ کر کے یہ رقت انگیز دعا مانگی۔

اللہم لا تعدنی الی الہلی

پہاڑ کے دامن میں نصب کر دیا گیا تھا۔ مخفی حقیقتیں اب حجابات کے پیچھے نہیں تھیں۔ بر ملا لگا ہوں کی زد پر تھیں۔

اسی عالم رنگ و نور میں مجاہدین کی صفیں آراستہ ہوئیں، ہیبت جلال سے دھرتی کا سینہ دہل گیا۔

وہ منظر بھی قابل دید تھا۔ جب لشکر کا والی قطار کے ایک سرے پر کھڑے ہو کر اپنے جانوروں کی فلک بیاہمتوں کا نظارہ کر رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد نقارہ جنگ بجا، مجاہدین آگے بڑھے۔ تلواریں چمکیں، بجلی گری، نیزے اٹھے، کمانیں جھکیں اور دونوں طرف سے گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔

اس عالم قیامت خیز میں حضرت عمرو بن جموح کو دیکھا گیا کہ وہ بھی اپنے جذبہ ایمانی سے میدان میں بڑھے جا رہے ہیں اور آواز لگاتے جاتے ہیں کہ قسم خدا کی میں جنت کا مشتاق ہوں۔ صرف ایک ساغر کی آرزو کھینچ کر یہاں تک لائی ہے۔ یہ سینہ ہے۔ یہ سر ہے۔ یہ گردن ہے آؤ، مجھے گھائل کرو۔ میں زخمی ہو کر تڑپنا چاہتا ہوں۔ دشمنان حق کے لبو سے میں اپنی تلوار کی پیاس بجھا چکا ہوں، اب میں خود سیراب ہونا چاہتا ہوں۔ بس ایک جام کوثر کا انتظار ہے۔

اس شوق میں پھلتے، اکڑتے، سینہ تالے، رجز پڑھتے آواز لگاتے چلے جا رہے تھے کہ ایک زہر میں بچھا ہوا تیر آیا اور ان کے جگر میں پیوست ہو گیا۔ گھائل ہو کر گر پڑے، رگوں کا سارا خون مقتل کی خاک میں جذب ہو گیا۔ ایک لمحے کے لئے تڑپے اور خاموش ہو گئے۔

قریب جا کر دیکھا تو روح اس دنیا میں نہیں تھی فردوس کی سر زمین پر چہل قدمی کر رہی تھی۔

شہادت کا مشتاق کوثر کا جام خالی کر چکا تھا اور جنت کا شیدائی ”دختران قدس“ کے جھرمٹ میں مسکرا رہا تھا۔

جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت عمرو بن جموح کی اہلیہ شہادت کی خبر پا کر میدانِ اُحد میں آئیں۔

”عمرو! تمہیں سرمدی نعتوں کی یہ سرخروئی مبارک ہو حسینانِ فردوس کی انجمن میں مجھے بھول نہ جانا پیارے، اسی کے لئے دروازے تک میں نے تمہیں رخصت کیا تھا۔

پہاڑ کے دامن میں نصب کر دیا گیا تھا۔ مخفی حقیقتیں اب حجابات کے پیچھے نہیں تھیں۔ بر ملا لگا ہوں کی زد پر تھیں۔

اسی عالم رنگ و نور میں مجاہدین کی صفیں آراستہ ہوئیں، ہیبت جلال سے دھرتی کا سینہ دہل گیا۔

وہ منظر بھی قابل دید تھا۔ جب لشکر کا والی قطار کے ایک سرے پر کھڑے ہو کر اپنے جانوروں کی فلک بیاہمتوں کا نظارہ کر رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد نقارہ جنگ بجا، مجاہدین آگے بڑھے۔ تلواریں چمکیں، بجلی گری، نیزے اٹھے، کمانیں جھکیں اور دونوں طرف سے گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔

اس عالم قیامت خیز میں حضرت عمرو بن جموح کو دیکھا گیا کہ وہ بھی اپنے جذبہ ایمانی سے میدان میں بڑھے جا رہے ہیں اور آواز لگاتے جاتے ہیں کہ قسم خدا کی میں جنت کا مشتاق ہوں۔ صرف ایک ساغر کی آرزو کھینچ کر یہاں تک لائی ہے۔ یہ سینہ ہے۔ یہ سر ہے۔ یہ گردن ہے آؤ، مجھے گھائل کرو۔ میں زخمی ہو کر تڑپنا چاہتا ہوں۔ دشمنان حق کے لبو سے میں اپنی تلوار کی پیاس بجھا چکا ہوں، اب میں خود سیراب ہونا چاہتا ہوں۔ بس ایک جام کوثر کا انتظار ہے۔

اس شوق میں پھلتے، اکڑتے، سینہ تالے، رجز پڑھتے آواز لگاتے چلے جا رہے تھے کہ ایک زہر میں بچھا ہوا تیر آیا اور ان کے جگر میں پیوست ہو گیا۔ گھائل ہو کر گر پڑے، رگوں کا سارا خون مقتل کی خاک میں جذب ہو گیا۔ ایک لمحے کے لئے تڑپے اور خاموش ہو گئے۔

قریب جا کر دیکھا تو روح اس دنیا میں نہیں تھی فردوس کی سر زمین پر چہل قدمی کر رہی تھی۔

شہادت کا مشتاق کوثر کا جام خالی کر چکا تھا اور جنت کا شیدائی ”دختران قدس“ کے جھرمٹ میں مسکرا رہا تھا۔

جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت عمرو بن جموح کی اہلیہ شہادت کی خبر پا کر میدانِ اُحد میں آئیں۔

”عمرو! تمہیں سرمدی نعتوں کی یہ سرخروئی مبارک ہو حسینانِ فردوس کی انجمن میں مجھے بھول نہ جانا پیارے، اسی کے لئے دروازے تک میں نے تمہیں رخصت کیا تھا۔

”مجھے اپنی بیوگی کا غم نہیں ہے، تمہاری شہادت کی خوشی ہے۔ خدا اس خوشی کو سلامت رکھے“

یہ کہہ کر بیٹگی پلکوں کے سایہ میں انہوں نے اپنے اُونٹ کو بٹھایا اور جنت البقیع میں دفنانے کی غرض سے شوہر کی لاش کو اس پر بار کیا۔

جونہی اُونٹ کی مہار پکڑ کر مدینے کی طرف بڑھیں کہ اچانک اُونٹ بیٹھ گیا۔ ہزار کوشش کی، لیکن اُونٹ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ دوڑی ہوئی حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں اور سارا ماجرا بیان کیا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اُونٹ کو یہی حکم ہے، وہ تقدیر الہی سے سرتابی نہیں کرے گا۔“

”اچھا بتاؤ! کیا دم رخصت عمرو بن جموح گھر سے کیا کہہ کر چلے گئے؟“

عرض کیا۔

قبلہ رو ہو کر یہ دعا مانگی تھی۔

اللھم لاتعدنی الی اھلی

یا اللھ! مجھے اپنے اہل و عیال میں واپس نہ لانا۔

ارشاد فرمایا:

”اُن کی دعا قبول ہو گئی، اب ان کی لاش مدینے واپس نہیں جاسکتی۔ انہیں یہیں دفن کر دو۔ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت میں لنگڑاتے ہوئے چل رہے ہیں“

آج بھی اُحد کی وادی میں یہ آواز کبھی کبھی سنائی دیتی ہے۔

”میدان جنگ سے جنت کا فاصلہ بس ایک دم ہے آخرت کے مسافروں پر اس سے زیادہ قریبی مسافت کی کوئی راہ آج تک نہیں کھلی

چند روزہ زندگی کے معاوضے میں دائمی زندگی کا کاروبار یہیں سے شروع ہوتا ہے۔

www.ahlesunnat.net

www.alahazrat.net

www.alahazratnetwork.org

از
صاحبزادہ
خورشید احمد
گیلانی



خدا کی بندگی اور شاہ کی نوکری

جس شخص میں بندگی رب کا ذوق راسخ ہو جائے وہ جہاں ہو اور جس حال میں ہو ایک ہی کیفیت میں سرخوش رہتا ہے، رنج و راحت میں سے کوئی بھی حالت اس پر طاری ہو اس کا ذوق بندگی متاثر نہیں ہوتا، حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر بیٹھ کر بھی بندہ خدا ہی رہے اور حضرت ایوب علیہ السلام بستر عیال پر لیٹ کر بھی یاد خدا میں مصروف رہے، حضرت سلیمان علیہ السلام آسائش میں متکبر نہ ہوئے اور حضرت ایوب علیہ السلام آزمائش میں برابر متشکر رہے۔

وہ لوگ دراصل ذوق بندگی سے محروم ہوتے ہیں جو بڑا عہدہ پا کر بھول جاتے ہیں اور تکلیف دیکھ کر اپنے رب کو بھول جاتے ہیں، بندے کا مقام یہ ہے کہ وہ ہر حال میں آداب بندگی ملحوظ رکھے۔ وہ شاہ دربار میں بہت اونچی کرسی پالے یا کسی کاٹ کھانے والی تہائیوں میں دھکیل دیا جائے۔ وہ اپنے رب سے غافل نہ ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں وہ طاقت تھی کہ لوہا سونہ ہو جاتا تھا مگر وہ خود کو بندہ ہی سمجھتے رہے، کبھی خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، اور حضرت یوسف علیہ السلام برسوں تک جیل کی کالی کوٹھڑی میں رہے لیکن وہاں بھی لمبے بھر کو یاد خدا سے جدا نہیں ہوئے۔ غربت میں خدا کو یاد رکھنا اور امارت میں اسے بھول جانا یہ بندے ہونے کی نہیں بودے ہونے کی دلیل ہے، بندہ سب سے پہلے اپنے رب کو دیکھتا ہے اس کے بعد باقی چیزیں آتی ہیں، دولت، شہرت، طاقت، جاہ و منصب اور شان شوکت، اور یہ بھی اللہ کی حکمت ہے کہ اس کے جو بندے اس کے آگے سر جھکا دیتے ہیں وہ انہیں ہر دربار میں گردن جھکانے کی ذلت سے بچا لیتا ہے، جو اس کے سامنے عاجز و متواضع ہوتے ہیں انہیں وہ ہر محفل میں محترم و معزز بنا دیتا ہے۔

سلطان طغرل کے جاہ و جلال سے کون آگاہ نہیں، جس کی پیشانی ہر لمحہ غضب آلود رہی، ابر و ترش، اور لہجہ حاکمانہ، دربار میں کیا آتا کہ سانسیں رک جاتیں، کس کو کیا بلاتا کہ دم نکل جاتا، اور کسی جانب کیا دیکھتا کہ بڑے حوصلہ مند غش کھا جاتے، ایک بار اس نے اپنے وزیر ابو منصور کو قاصد کے ذریعے بلا بھیجا اور تاکید یہ کی کہ وہ جس حال میں ہو فوراً پہنچے، قاصد جب ابو منصور کے ہاں پہنچا تو وہ نماز میں مشغول تھا، قاصد نے ہانپتے ہوئے شاہ کا پیغام پہنچایا، ابو منصور نے قاصد کی بات سنی اور آنے کا کہہ کر دوبارہ مشغول عبادت ہو گیا، بہت دیر گزر گئی، طغرل کا پیاناہ غضب چھلکنے لگا اور ابو منصور کے حاسدین اور مخالفین دل میں خوش ہونے لگے کہ آج ابو منصور کی ذلت کا تماشا دیکھنے کی دیر نہ آزر ویر آئے گی۔

ابو منصور پورے اطمینان کے سے عبادت سے فارغ ہو کر شاہی دربار میں حاضر ہوا، یہی خواہوں نے سمجھا یا کہ سلطان طغرل مگڑا بیٹھا ہے اور بدخواہوں نے بھی خوب حاشیے چڑھا رکھے ہیں، ذرا احتیاط سے جائے اور عذر پیش کیجئے، سلطان نے ابو منصور کو دیکھتے ہی تقریباً دھاڑتے ہوئے کہا کہ ”یہ ڈھٹائی اور گستاخی؟ حکم شاہی کی اس قدر توہین؟ اور لا پرواہی کا یہ عالم؟“ ایک ہی سانس میں طغرل نے بہت ہی سرزنش کر ڈالی لیکن ابو منصور نے بڑے تحمل اور اتہائے اعتماد سے کہا۔ ”بادشاہ معظم! میں پہلے خدا کا بندہ ہوں اور بعد میں آپ کا نوکر، جب تک بندگی سے فارغ نہ ہو لیتا آپ کی نوکری پر کیسے حاضر ہو سکتا تھا؟“ ابو منصور نے اپنا سلسلہ گزارشات جاری رکھتے ہوئے کہا ”آج مجھے جو آپ کا قرب، لوگوں میں اعزاز، شاہی دربار میں مقام، اور حکومت میں منصب حاصل ہے۔“

بقیہ صفحہ نمبر 03

مشرق وسطیٰ کی تحریکوں کی بے سمتی کے مضمرات



از: ظہور اختر بیدری

انصاف سب کو قومی مفاد یا ریاست کی سالمیت کے نام پر عوام کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ تیونس میں بھی زین العابدین نے ریاستی مشینری کو عوام کے خلاف استعمال کرنے کی کوششیں کی۔ مصر اور لیبیا کے حکمرانوں نے بھی ریاستی طاقت کا اس بھرپور طریقے سے استعمال کیا کہ ہزاروں مظاہرین قتل کر دیے گئے۔ لیبیا میں ابھی تک مشینری کو عوام کے خلاف بھرپور طریقے سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ کرفق قذافی اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے پولیس، فوج، نینک، ہوائی جہاز سب کو عوام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں لیکن عوام کا جوش و خروش برقرار ہے۔ امریکا اور اتحادی اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں، یہ ایک الگ کہانی ہے۔ ہم آج صرف مشرق وسطیٰ کی عوامی تحریکوں، ان کے اہداف اور ان ملکوں میں پیدا ہونے والے سیاسی غلاء سے فائدہ اٹھانے والی طاقتوں پر ایک نظر ڈالیں گے۔ بات اب نہ تیونس کی رہی ہے نہ مصر یا لیبیا کی۔ اس خطے میں شروع ہونے والی تحریکیں اب پورے مشرق وسطیٰ کو اپنی پلیٹ میں لچکی ہیں۔ اس حوالے سے یہ بات بڑی عجیب ہے کہ بعض عرب ملکوں کی قیادت جن میں لیبیا، مصر، شام اور الجزائر وغیرہ شامل ہیں اپنے ابتدائی دور میں اپنے عوام میں بہت مقبول رہی ہیں۔ پھر آج عوام کے خلاف سرکوں پر کیوں آگئے ہیں؟ عرب ممالک کی بڑی تعداد جس کی دولت سے مالا مال ہے جس کی وجہ سے ملک امیر ترین ملک بنے ہوئے ہیں۔ ان ملکوں کے عوام میں غربت کا وہ عالم بھی نہیں ہے ہندوستان اور پاکستان اور سارک کے دوسرے ملکوں میں موجود ہے۔ پھر ان ملکوں کے عوام سرکوں پر آکر اپنی جانوں کی قربانیاں کیوں کر رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان ملکوں کے حکمرانوں نے قومی

لگ بھگ پچھلے دو ماہ سے مشرق وسطیٰ میں جو عوامی تحریکیں چل رہی ہیں ان کا زور ٹوٹا نہیں بلکہ یہ تحریکیں مزید طاقتور بھی ہو رہی ہیں اور ان میں پھیلاؤ بھی آتا جا رہا ہے۔ تیونس سے ان تحریکوں کا آغاز ہوا۔ تیونس میں یہ تحریک اتنی توانا اور طاقتور تھی کہ تیونس کے صدر زین العابدین کو ملک سے فرار ہونا پڑا۔ بلاشبہ یہ عوام کی بہت بڑی کامیابی تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تیونس کے عوام کا مقصد صرف زین العابدین کو ملک سے بھگانا ہی تھا۔ یہ تیونس میں ایک ایسی تبدیلی لانا تھا کہ اس ملک کے بالادست طبقات کی اقتدار پر سے گرفت ختم ہو جائے۔ اگر تیونس کے عوام کا مقصد یہ تھا تو وہ اپنی تحریک میں کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکے کیونکہ اسی اقتدار مافیا سے جڑے ہوئے چہرے زین العابدین سے پیدا ہونے والے غلاء کو پر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مصر میں بھی عوامی تحریک اس قدر مضبوط تھی کہ مصر پر چالیس سال سے مسلط حسنی مبارک کو اقتدار چھوڑنا پڑا لیکن مصر کی تبدیلی ایک لحاظ سے پاکستان کی اس تبدیلی کا عکس ہے جس میں ایوب خان کی جگہ یحییٰ خان نے لے لی۔ اب مصری عوام مصور کی طاقتور فوجی جنتا سے برسرِ پیکار ہے۔ بد قسمتی یہ ہے کہ دنیا بھر میں سرمایہ دارانہ سیٹ اپ اس ہوشیاری اور عیاری سے عوام پر مسلط کیا گیا ہے کہ ریاست کو ایک متحرک ادارہ بنادیا گیا ہے۔ ریاست یا ملک سے وفاداری اس کے شہریوں کی حب الوطنی یا ملک دشمنی کا معیار بن گئی ہے اور اس سے زیادہ بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ ہر ملک کا پڑھا لکھا دانشور طبقہ میڈیا میں ہی ملک یا ریاست سے وفاداری اور احترام کا درس دیتا ہے۔ اقتدار مافیا ریاست کے ہاتھ پاؤں تاک کا ان یعنی پولیس، رینجرز، فوج، بیوروکریسی، قانون اور

مغربی ملکوں کے جنگوں میں محفوظ کیا ہوا ہے اور بڑی بے خبری سے یہ رائل خاندان مغربی ملکوں کو 5 اشارہ ہوٹلوں میں عیاشیاں کر رہے ہیں اور عوام کی اس دولت کو اپنے باپ کی جائیداد سمجھ کر لٹا رہے ہیں جس کی وجہ ایک عرصے سے عوام کے ذہنوں میں جولا واپک رہا تھا وہ باہر آ گیا ہے۔ اس حوالے سے عرب عوام کی ناراضگی کی دوسری وجہ اسرائیل کے فلسطینیوں پر مظالم ہیں۔ عرب عوام بجا طور پر حیران ہیں کہ اسرائیل جیسا ایک چھوٹا سا ملک جس کی آبادی کراچی سے بھی کم ہے، پورے عرب ملکوں پر کیوں حاوی ہے۔ جب عرب عام اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کے سامنے یہ جواب سر اٹھانے کھڑا ہوتا ہے کہ تمام عرب ملکوں کی مجموعی فوجی طاقت اسرائیل کے مقابلے میں بہت کم ہے وہ اس کمزوری کی وجہ تلاش کرتے ہیں تو یہ حقیقت ان کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے کہ ان دولت مند ترین ملکوں میں نہ صنعتی ترقی کا کوئی وجود ہے نہ یہاں جدید ہتھیاروں کی کسی ملک میں صنعت موجود ہے۔ جب وہ اس خامی پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کے سامنے تین تین چار چار عشروں سے برسرِ اقتدار طبقہ مجرم کی طرح کھڑا نظر آتا ہے اور چار چار چھ لاکھ کے شکرے اور تیز بیر آجاتے ہیں جنہیں کندھوں پر بٹھا کر عرب شیوخ اور ان کی اولاد اتراتی پھرتی ہے۔ عوام دیکھتے ہیں کہ ان کے ملکوں کو سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبے موجود ہیں نہ تحقیق و ایجادات کے مراکز یہ وہ عوامل ہیں جو عرب عوام کو مشتعل کر کے سرکوں پر لا رہے ہیں۔

مشکل اور بد قسمتی یہ ہے کہ عوام کے غصے اور ان کی تحریکوں کی نہ کوئی سمت نظر آتی ہے نہ ان کے سامنے کوئی ایسی متبادل قیادت موجود ہے جو ان کی امتگوں اور خواہشوں کے مطابق اس خطے کے ملکوں کو ترقی دے کر ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں لا کھڑا کریں۔ لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ ان ملکوں کی تحریکیں ان ہی خطوط پر استوار نظر آتی ہیں جو پاکستان میں 1968 اور 1977 میں دیکھی جاتی رہی ہیں۔ یعنی چوروں کے چوروں میں تبدیلی۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان ملکوں پر مسلط ”مقبول قیادت“ اور رائل فیملیز اپنی عملی سرگرمیوں کے حوالے سے عوام دشمن اور رجعت پرست ہی نہیں بلکہ ان کی اکثریت امریکا کے غلاموں پر مشتمل ہے۔ لیبیا پر مغربی ملکوں کے فضائی حملوں کا مقصد عرب عوام کو

یہ تاثر دینا ہے کہ امریکا اور اس کے عیار راجہ کی عرب عوام کے ساتھ ہیں۔ اور عرب عوام اپنے جن حکمرانوں سے نجات چاہتے ہیں مغربی ملک بھی اس حوالے سے عرب عوام کے ساتھ ہیں۔ لیکن عرب عوام کو ان شاطرائے چالوں سے متاثر کرنا اس لئے ممکن نہیں کہ ان کے سامنے اسرائیل کے فلسطینیوں پر مظالم اور اسرائیل کی سرپرستی کرنے والے ملک امریکا اور اتحادی ایک بد نما شکل میں ان کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔

عرب ملکوں کے عوام کی تحریکیں بلاشبہ تاریخی اہمیت کی حامل ہے لیکن ابھی تک ان تحریکوں کی نہ سمتوں کا درست تعین ہو سکا ہے نہ ان کے مقاصد واضح نظر آتے ہیں۔ ان تحریکوں کی اس کمزوری کی وجہ یہ ہے کہ تقریباً تمام عرب ملکوں کے حکمرانوں نے اپنے اپنے ملکوں میں سیاست کو ایک شہرِ ممنوعہ بنا رکھا ہے۔ پورے مشرق وسطیٰ میں عوام کی جاسوسی کا ایک ایسا زبردست نیٹ ورک بنا رکھا گیا ہے کہ ہر شخص حکمرانوں اور سیاست کے حوالے سے بات کرنے سے خوف زدہ رہتا ہے۔ اس خوف و دہشت کی وجہ سے نہ عوام سیاست میں فعال ہو سکے۔ نہ ان ملکوں میں عوامی قیادت ابھر سکی۔ موجودہ عوامی تحریکوں کے قائدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی قربانیوں کو ضائع نہ جانے دیں بلکہ اپنی تحریکوں کی سمت اور اغراض و مقاصد کا تعین کریں اور ان میں ترجیحات کو سامنے رکھ کر اپنی تحریکوں کی اس طرح قیادت کریں کہ عوام دشمن حکمرانوں سے نجات کے بعد عوامی قیادت ان کی جگہ لے سکے۔

یہاں اس بد نما حقیقت کی نشاندہی ضروری ہے کہ اگر یہ تحریکیں اسی طرح بے سمت اور بے مقصد چلتی رہیں تو وہ رجعت پسند مذہبی انتہا پسند طاقتیں جو موقع کے انتظار میں ہیں آگے بڑھ کر بڑے شاطرائے انداز میں ان سیاسی خلاؤں کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے جو موجودہ حکمرانوں کی علیحدگی سے پیدا ہو رہا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو عرب عوام کی بد قسمتی انہیں صدیوں پیچھے دھکیل دے گی اور ان کی قربانیاں ضائع چلی جائیں گی۔

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محدث کبیر

علامہ سید محمد

صالح فرفور گیلانی

رحمۃ اللہ علیہ



مسلمان کا تشخص

ممتاز ہونا چاہیے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فوج اور فوجی کمانڈروں کو
 خصوصی نصیحتیں بھیج کر ان کی دیکھ بھال کرتے رہتے تھے۔ اور یہ نصیحتیں
 فوجیوں کے لئے بہترین ذخیرہ ہوا کرتی تھیں۔
 آپ نے دیکھا یہ عربوں نے روم اور ایران کے علاقے فتح کر لئے
 ہیں۔ اور دعوت کا جھنڈا اٹھائے دنیا کے کناروں تک اسلام کا پیغام
 پہنچا رہے ہیں۔ انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں وہ زائد انداز اور دنیا
 سے بے رغبتی ترک کر کے عیش و عشرت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ کہیں
 ایسا نہ ہو کہ عجمیوں کے اخلاق و عادات اپنائیں اور انکے کپڑے پہننے
 لگیں۔ اور خود بھی ان جیسے ہو جائیں۔ قوموں میں کمزوری اس وقت
 جز پکڑتی ہے، جب وہ دوسری قوموں کی تقلید کرنے لگتی ہیں۔ لباس،
 عادات اور زبان میں ان کی پیروی کرنے لگتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ
 پیروی کرنے والوں کی شخصیت مقتداؤں کے درمیان پھسل جاتی
 ہے۔ اور چونکہ ان کی شخصیت تقلید کی کٹھالی میں پھسل جاتی ہے اسکے
 لئے اس کی ثقافت بھی برباد ہو جاتی ہے۔
 حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ کیا کہ مسلمان عرب اپنی
 ان عادات اور روایات کا تحفظ کریں جن میں انہوں نے اپنے شہروں
 کی نشو و نما پائی ہے اور اسلام نے انہیں پاکیزہ بنایا ہے۔ حقیقت یہ ہے
 کہ روایات صحیح قوت کا سرچشمہ اور فتح و نصرت کا عنوان ہیں۔ حضرت
 فاروق اعظم نے چند سطروں میں افواج کو حکم دیا کہ عربوں کی روایات
 کا تحفظ کریں اور مسلمانوں کے اخلاق کو سختی سے اپنائیں۔
 آپ نے ارشاد فرمایا:
 اما بعد! جبکہ باندھو، اوپر کی چادریں استعمال کرو اور جوتے پہنو۔۔۔
 موزے اور شلواریں پھینک دو۔ تم اپنے جدا امجد حضرت اسماعیل
 ترین معنوی قوت سے محروم ہو جائے گا۔ پس لباس، روایات
 زندگی کے طور طریقوں سے غیروں، خاص طور پر دشمنوں کی اندھی تقلید

مسلمانوں کی مقتدی بنادے گی، مقتدا نہیں بنے دے گی۔ علامہ المسلمین کو ہر بھلائی ان کے پیچھے چلنے میں نظر آئے گی۔ اور یہ اس طرح پکھل کر فنا ہو جائیں گے جس طرح نمک میں پانی فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب دشمن دیکھے گا کہ تم اس کی تھلید اور پیروی کر رہے ہو تو وہ تمہیں حقیر جانے گا۔ اس کی نگاہ میں تمہارا مقام حقیر ہو جائے گا اور تمہاری حیثیت اس کے دل میں کم ہو جائے گی۔ بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ جب آپ نے اپنی ذات اور شخصیت کو کھودیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے بہت بڑا ہتھیار ضائع کر دیا۔

حضرت فاروق اعظم نے افواج کو مضبوط جوتوں کے پہننے کا حکم دیا۔۔۔ قیمتی اور ہلکے ہلکے موزے پہننے سے منع فرمایا۔ تاکہ پیدل چلنے سے ان کی بڑی مضبوط ہو اور داد و شجاعت دینے اور میدان جنگ میں انکے پاؤں جہاد کے لئے مضبوط ہوں (نرم و نازک جوتے پہننے والا میدان جنگ میں مطلوبہ ثبات قدمی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا)۔

اسی طرح امیر المومنین سے سپاہیوں کو حتی الامکان دھوپ میں رہنے کا حکم دیا۔ تاکہ ان کے اجسام تندرست اور توانا رہیں۔ کیونکہ دھوپ بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ مجاہدین ایسے شہروں میں جا پہنچے تھے جن کی فضا جنگلوں والی تھی۔ انہیں خوف محسوس ہوا کہ کہیں شہری آبادیوں کی سایہ دار جگہوں پر رہنے سے مجاہدین شہری بیماریوں میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ علاوہ ازیں وہ نئی فضاء، نئے کھانے اور نئی ہوا سے مانوس نہیں تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ تم شہر سواری اور اخلاق و عادات میں اپنے جدا امجد محمد بن عدنان کا طریقہ اپناؤ۔۔۔ فرمایا: (تم عدد دو اوادشوشوا) تم اپنے لباس اور طور

اطوار میں درشتی اور کھرا دار پن اپناؤ، تاکہ تمہارے اجسام جنگوں کے متحمل ہو سکیں۔ اور دشمنوں کے مقابلے کے وقت مشقت، جفاکشی اور گرمی کو برداشت کر سکیں۔۔۔ رہا نرم و نازک اور عیش و عشرت کا عادی تو وہ اس طرح پکھل جائے گا، جس طرح نمک پانی میں پکھل جاتا ہے۔ اس میں اتنی طاقت نہیں ہوگی کہ وہ ثابت قدم رہ سکے اور مصیبتیں برداشت کر سکے۔

آپ نے حکم دیا (اخلوا) کہ ہمیشہ جنگ کے لئے تیار رہو۔

بے مقصد فارغ رہ کر اپنی طاقت اور شہسواری کی صلاحیت ضائع نہ کرو۔۔۔ بلکہ جب بھی جنگ کا پہیہ گردش میں آئے، تم آمادہ جہاد رہو۔۔۔ اور ایک آرڈر پر فوراً حرکت میں آ جاؤ

سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا اقطعوا لربک یعنی گھوڑوں کی پشتوں سے رکابوں کو ختم کر دو (وانوا علی ظہورہا) یعنی گھوڑوں کی رکابوں میں پاؤں رکھے بغیر چلا لگا کر ان پر سوار ہو جاؤ۔ اور رکابوں کے بغیر ان پر سوار ہونے کی عادت ڈالو۔۔۔ کبھی تمہیں فوری طور پر سوار ہونے کی ضرورت پڑی تو تم جست لگا کر ان پر سوار ہو سکو گے اور سرکش گھوڑے کو قابو کر سکو گے۔ طاقت ور بہادروں اور ماہر شہسواروں کا یہی طریقہ ہے۔ دشمن جب مجاہدین کو رکابوں کے بغیر ایک جست میں گھوڑوں پر سوار ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو ان سے مرعوب ہو جائیں گے۔ نیز ان کی چستی اور طاقت سے خوف زدہ ہو جائیں گے۔ نیز افواج کو حکم دیا (ارجموا لافراض) شانوں پر تیر پھینکو۔۔۔ اور صحیح نشان پر تیر مارو۔۔۔ نشانہ بازی کی مشق کرو۔ تاکہ تمہیں جنگ میں کام دے۔۔۔ اور تم دشمن کو صحیح نقصان پہنچا سکو۔۔۔ آج فوجیوں کو جنگی مشقیں کروائی جاتی ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ راکٹ اور بم برساتیں اور نشانے پر برسائیں۔

رسول اللہ ﷺ تیر اندازی اور گھڑ سواری پر ابھارا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے فن لم یرم فلس مناجس شخص نے تیر اندازی نہیں کی وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے۔ رمیا نبی اسماعیل فان اباکم کان رمیا۔ اے اولاد اسماعیل تیر اندازی کرو تمہارے جدا امجد محمد بھی تیر انداز تھے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

ارم سعد افداک ابی وای سعد! تیر چلاؤ! تم پر ہمارے والدین فدا ہوں میں نے اسی سلسلے میں ایک قصیدے میں یہ اشعار کہے ہیں:

فرمایا نبی اسماعیل ان اباکم
لقد کان یوم البقیع اکیس رامیا
فرمایا فن لم یرم فلس بمطلع
اذا شجرت بین النہیں العوالیا

اے اولاد اسمعیل! خوب تیر اندازی کرو، بے شک تمہارے جد امجد جنگ کے دن ماہر تیر انداز تھے۔

تو خوب تیر اندازی کرو اور جو تیر اندازی نہیں کرتا وہ اس وقت کامیاب نہیں ہوتا جب لشکر میں بلند و بالا نیزے گھسم گھٹا ہو جائیں۔

تبصرہ

یہ اسلامی افواج کے نام سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ سپاہ اسلام کے دلوں میں طاقت، مردانگی اور شہسواری کی روح پھونک دیں۔ انہیں افواج اسلام کے بارے میں سب سے زیادہ خوف خوش حالی اور عیش و عشرت کا تھا۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو ایک مرد کے دل میں بیکڑہ پن، زنانہ پن اور بزدلی پیدا کر دیتے ہیں۔ فوجیوں کے دل عیش و نشاط اور راحت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح وہ فریضہ دعوت ادا کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ اور شدت جنگ میں اپنی ذمہ داری ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔

اسلامی فوجوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تاکید حکم پر پورا پورا عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت میں اضافہ کیا اور عزت میں بھی برکت عطا فرمائی۔ انہوں نے روئے زمین کے اطراف و اکناف میں کلمہ توحید کی تبلیغ کی۔ اور حوران کے مقابلہ یا اس کا قلعہ قمع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دنیا کو فتح فرمادیا اور انہیں ان کے مقاصد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ضروری ہے کہ حکمران اور امراء اپنے لشکروں کو یہی حکم دیں۔ اور رغبت کرنے والوں کو اسی میں رغبت کرن چاہئے۔

تبصرہ (۲): حضرت مصنف نے مسلمانوں میں پائی جانے والی خطرناک بیماری پر تنبیہ فرمائی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ غیر مسلموں کی نقالی مسلمانوں کے تشخص کو تباہ کرنے کا باعث بنتی ہے، جب ہمارے حکمران داڑھی اور پردے کا مذاق اڑائیں، بغلوں میں کتے لے کر تصویریں کھوائیں، بیگمات کو بے پردہ زینت محفل بنائیں تو عوام میں اسلامی تشخص اپنانے کا جذبہ کہاں سے پیدا ہوگا اور غیر مسلموں سے مرعوب ہونے کی روایت کب ختم ہوگی؟ کوئی شخص پینٹ کوٹ پہن کر اور نائی لگا کر کسی بڑے سے بڑے افسر کے پاس چلا جائے

اور انگریزی میں گفتگو کرے تو وہ افسر اس نیاز مندی سے پیش آئے جیسے آنے والا افسر ہو اور یہ اس کا ماتحت، انڈیا کی نشریات کا سننا اور انڈین ٹیلیویشن دیکھنا اسی طرح غیر ملکی چینل دیکھنا کسی طرح معیوب نہیں سمجھا جاتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم بول چال، لباس اور بے حیائی میں ان کی نقالی باعث فخر سمجھتے ہیں، دوسروں کا تو کیا رونا خود پاکستانی ٹیلیویشن بے پردگی اور بے حیائی میں دوسروں کے دوش بدوش چہرے ترقی سمجھتا ہے۔ شرف قادری۔

ماخوذ از ولولہ انگیز خوشبوئیں

مترجمہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

بقیہ۔۔ کیا صلیبی جنگ شروع ہو چکی ہے؟

جنگ کی نئی حکمت عملی کو واضح کیا ہے صیہونی دراصل امریکہ کے امریکہ حکمران ہیں انہوں نے مسلمان ملکوں میں اپنے ایجنٹ تعینات کر رکھے ہیں جو ریاست سے ناراض لوگوں کو فتنہ زدے کران سے گناہوں کا قتل عام کرواتے ہیں یہ حملے ایک طے شدہ منصوبہ حصہ ہیں اور ان کا ایک مقصد ملک میں فرقہ واریت کو ہوا دینا۔ عراق میں کیا ہوا؟ وہاں شیعہ سنی تنازعے نے شدت اختیار کر لی پاکستان میں بھی کشمیش جاری ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں جاری تشدد لہر تھمنے کا نام نہیں لے رہی شام تازہ ترین ہدف ہے موجودہ حالات میں یہ بیکھرہ موجود ہے کہ اسرائیل شام پر حملہ نہ کر دے آہستہ آہستہ پورا مشرق وسطیٰ بد امنی کی لپیٹ میں آ رہا ہے جس سے امریکہ اور اس کے مغربی اتحادیوں کو مسلمان ملکوں پر جرح، حملے کا جواز مل رہا ہے اس سے اسرائیل کو بھی اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لئے شامی ہے آج مشرق وسطیٰ کے مسلمان بالکل اسی طرح امریکہ اور اس کے مغربی اتحادیوں کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں جس طرح ہسپانوی عوام کو شاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازابیلا نے استعمال کیا تھا اب وقت ہے دنیا میں آبا و مسلمان اور ان کی حکومتیں ہوش کے ناخن دے ہوئے اپنے خلاف سرگرم عمل طاقتوں کو پچھانیں غیر مسلموں نے اعلانیہ طور پر مسلمان کے خلاف صلیبی جنگوں کا آغاز کر دیا ہے اس سے مسلمانوں کو اپنے باہمی اختلافات بھلا کر متحدہ ہو جانا چاہئے۔ مسلمان نہ جاگے تو ان کا حشر بھی ایمین کے مسلمانوں سے زیادہ سخت نہیں ہوگا۔



امریکہ جس طرح مشرق وسطیٰ میں حالات خراب کر رہا ہے اور مسلمان ملکوں کے خلاف فوج کشی کر رہا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ کا قاعدہ شروع کر دی ہے لیکن مسلمان ممالک کے حکمران حالات کی سنگینی کا ادراک نہیں کر رہے مسلمانوں کے خلاف امریکی مہم میں پوری عیسائی دنیا کی بھرپور معاونت شامل ہے لیکن مسلمان ممالک اب بھی متحد نہیں ہو رہے کئی مسلمان ملکوں کے حکمران تو لیبیا کے خلاف لڑائی میں امریکہ کے ساتھ ہیں اب بھی وقت ہے کہ یہ حکمران متحد ہو جائیں ورنہ ایتھین میں مسلمانوں کا جو حال ہوا مشرق وسطیٰ میں بھی وہی صورتحال پیدا ہو سکتی ہے۔ لیبیا پر حملوں کے نتیجے میں سینکڑوں سولین مارے جا چکے ہیں اس مسلم کش لڑائی کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ متحدہ عرب امارات اور قطر بھی لیبیا کے خلاف اتحاد میں شامل ہو گئے ہیں۔ 1492 میں اراگون کے شاہ فرڈیننڈ دوم اور ان کی ملکہ ازابیلا اول نے مسلمان ریاست گریٹا ڈاکو فتح کر لیا ایتھین میں مسلمانوں کا آخری طاقتور گڑھ تھی یہی وہ وقت تھا جب مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا فرڈیننڈ اور ملکہ ازابیلا نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار کر دیا اور اس وقت تک حوصلہ افزائی کی جب تک آخری مسلمان ریاست پر بھی قبضہ نہیں ہو گیا اور سارے مسلمان حکمران بھاگنے پر مجبور نہیں ہو گئے۔ ایتھین کے مسلمانوں کے سامنے تو حجاب ویز کھی گئیں کہ وہ یا تو عیسائی ہو جائے یا ایتھین چھوڑ دیں پہلی جنگ عظیم میں مغربی اتحادیوں نے یہی حربہ سلطنت عثمانیہ کے خلاف آزمایا انہیں عربوں کی معاونت حاصل تھی اور نتیجہ یہ نکلا کہ سلطنت عثمانیہ کو شکست سے دوچار ہونا پڑا وہ وقت اور آج کا وقت مشرق وسطیٰ سے میں امن قائم نہیں ہو

اور خطہ آج بھی سیاسی عدم استحکام کا شکار ہے اب امریکہ مشرق وسطیٰ میں پرانا حربہ استعمال کرتے ہوئے تقسیم کردہ اور شکست سے دوچار کردہ کی پالیسی پر عمل پیرا ہے جب امریکہ نے عراق پر حملے کے لئے اتحاد تشکیل دیا تو کئی مسلمان ممالک نے کاندھے پیش کر دیئے امریکہ کو مدد فراہم کرنے والے اسلامی ملکوں نے یہ سوچنا بھی گوارا نہ کیا کہ اس حملے کے نتیجے میں مرنے والے ان کے مسلمان بھائی ہیں افغانستان پر امریکہ نے زبردستی قبضہ کر رکھا ہے پاکستان پر ڈرون حملے ہو رہے ہیں اس کے باوجود مسلمان امداد خطرے کی گھنٹی کا ادراک نہیں کر رہی لیبیا پر حملوں کا جواز یہ گڑھا گیا ہے کہ یہ لیبیائی عوام کو قذافی کے مظالم سے بچانے کے لئے ہے لیکن اب تک عوام ہی مارے گئے ہیں انسانیت کے اس قتل عام پر انسانی حقوق کے کسی عالمی ادارے نے آواز نہیں اٹھائی بلکہ سلامتی کونسل نے لیبیا پر حملوں کی باقاعدہ اجازت دی ہے کسی مسلمان ملک کو بھی یہ احساس نہیں ہوا کہ روس نے سلامتی کونسل میں ہونے والی دہنگ میں ووٹ نہیں ڈالا روس کی مسلمان دشمنی کی تاریخ بہت پرانی ہے وہاں مسلمانوں کا بے دردی سے قتل عام ہوا اور یہ سلسلہ بیسویں صدی تک جاری رہا مسلمان ملکوں کو یہ بات سمجھ میں آئے نہ آئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پوری عیسائی دنیا مسلمانوں کے خلاف متحدہ ہے جب صلیبی جنگوں کا آغاز ہوا تو ان کے پیچھے یہی جذبہ کارفرما تھا اور یہی جذبہ آج بھی مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ میں کارفرما ہے۔ مشرق وسطیٰ پر اجارہ داری کی تین وجوہات ہیں۔ ذخائر پر کنٹرول تجارتی راستوں پر اجارہ داری اور اسرائیلی ریاست کا دفاع ان اہداف کو پانے کے لئے امریکہ اور اس کے اتحادی خطے میں کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں۔

بقیہ صفحہ نمبر 12



تعمیر معاشرہ اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات

از: محمد عرفان حسین قادری

ہو سکے نیز پیالے کی ٹوٹی ہوئی طرف پانی پینے کو اس لئے منع فرمایا کہ انکو صاف کرتے وقت یا دیگر اشیاء ڈالنے والے وقت میل کچیل اور چرچہ جمع ہو جاتے ہیں جو متعدد بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔

بخاری شریف اور مشکوٰۃ المصابیح میں ایک حدیث یہ بھی ہے حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ جب کبھی کسی بیمار کی پیار پرسی کے لئے جاتے تو اسے کہتے کہ خطرے کی بات نہیں انشاء اللہ پاکیزگی اور سلامتی ہوگی۔

اسی طرح ترمذی، ابن ماجہ اور مشکوٰۃ میں ایک حدیث حضرت ابوسب سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اس کی درازی عمر کے متعلق دل خوش باتیں کرو کیونکہ اس کا ہرج نہیں اور مریض کا دل خوش ہو جاتا ہے۔

مذکورہ احادیث سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نظریات و افکار کے مطابق مریض کی نفسیاتی تسکین بہت ضروری ہے جس دور میں آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مبعوث فرمایا وہ

آج کے دور کی طرح وسیع پیمانہ پر سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور نہیں تھا کہ آنحضرت ﷺ اس کے بارے میں تفصیلی رہنمائی فرماتے لیکن بھی آپ نے اس کے لئے رہنما اصول بیان فرما دیئے۔ کیونکہ آخر الزماں تھے اور قیامت تک کے لئے دنیا کے علوم و فنون کا قلوب کے لئے آپ نے ہی رہنمائی فرماتا تھی اس لئے آپ نے علم کو بھی ایک خاص نفع عطا کی مگر آپ نے سائنسی علوم کی جو راہ دکھا وہ قرآن کے مطابق تھی اور آج کے اس سائنسی فلسفہ کے خلاف تھی جس میں بغیر خدا تصور کائنات اور انسانیت کا حیوانی تصور دیا پایا جاتا ہے۔

مسلم اور ریاض الصالحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا لعنت کے کاموں سے بچو لوگوں نے پوچھا۔ وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ یہ ہیں کہ کوئی شخص لوگوں کی گذرگاہ میں گندگی پھیلائے۔

چونکہ مذکورہ عبارت میں اتنی صریح وضاحت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس ضمن میں نظریات وضاحت کے محتاج نہیں۔ جدید علم طب میں امراض کے پیدا کرنے اور ان کے پھیلانے کا سب سے بڑا اور اہم سبب جراثیم ہیں ان جراثیم کے انسداد اور ان سے پھیلنے والے امراض سے نجات حاصل کرنے کے لئے اطباء حفظان صحت کے اصولوں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اور صفائی کے ساتھ ساتھ دوسری احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ یہ آج جن باتوں کا ذکر کرتے ہیں ساڑھے چودہ سو برس قبل رسول اکرم ﷺ نے اپنے افکار و نظریات سے انہیں آشکار فرمادیا۔

آپ ﷺ یہ ہدایت فرمایا کرتے کہ برتنوں کو ڈھانپ کر رکھو اور مشکیزوں کے منہ بند کر کے رکھا کرو۔ ایک اور حدیث ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”حضور نے مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا۔ اسی طرح ابوداؤد نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضور نے پیالے کی شکن سے پانی پینے اور پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔

مذکورہ احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پانی میں سانس نہ لینے اور پھونک نہ مارنے کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان کے اندر سے جو ہوا خارج ہوتی ہے وہ معززت ہوتی ہے جس کو خارج کرنے کا مقصد ہی محض یہ ہوتا ہے کہ اس کے بدلے تازہ اور خوشگوار ہوا حاصل

آنحضرت ﷺ کے دیئے ہوئے سائنسی نظریات کے مطابق ہی سائنس کے اسلامی اور نبوی نظریات ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ تخلیقات مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں سائنس کے قافلے کی سربراہی کی اور اسے یہاں تک عروج و کمال بخشا کہ آج مغربی مفکرین بھی ان کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں۔

سائنس دراصل کائنات کے مشاہدہ اور تخلیقات خداوندی پر غور و فکر کے بعد حاصل ہونے والے نتائج کا نام ہے اور اسی چیز کی رسول کریم ﷺ نے بار بار تاکید فرمائی ہے۔ آپ کے افکار و نظریات قرآن حکیم کے مطابق ہیں اور قرآن پاک یہ فرماتا ہے کہ

ا۔ زمین میں چل پھر کر دیکھو۔ (مککوت)

ب۔ زمین و آسمان میں نظر دوڑاؤ۔ (یونس)

ج۔ زمین اور آسمان کی تخلیق پر غور کرو۔ (اعراف)

قرآن پاک کی روشنی میں آنحضرت ﷺ نے آج سے چودہ سو برس قبل وہ سائنسی انداز فکر پیش کیا جس کے بعض گوشوں کو آج کے سائنس دانوں نے بڑی جستجو کے بعد دریافت کیا ہے۔ آج کے سائنسدان جس تحقیق اور تفکر پر آج بہت زور دیتے ہیں صدیوں پہلے آنحضرت ﷺ قرآن حکیم کی زبان میں یہ ارشاد فرمایا کہ:- اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو تمہارے لئے مسخر کر دیا۔

تفکر کرنے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔ (الجمہ - رکوع ۲۰)

آج کی حقیقت اس حقیقت کو بھی آشکار کرتی ہے کہ نر اور مادہ صرف انسانوں میں ہی نہیں بلکہ پودوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے جہالت کے اس دور میں ہی خدا کے کلام

(سورہ یسین) آیت ۳۶ اس بات کی وضاحت فرمادی تھی۔

سائنس نے آج زمینی آفتوں اور زلزلوں اور طوفانوں وغیرہ اور کچھ

آسمانی آفتوں بجلی گرنے وغیرہ کے علاوہ فضائی تحقیق سے ایسی بہت

سی دوسری آسانی آفات کا بھی پتہ چلایا ہے جن کا پہلے علم نہ تھا۔ مثلاً

سورج سے خارج ہونے والے تیز رفتار برقائے ہوئے ذرے جو

بہت ہی خطرناک ہوتے ہیں ان ذرات کی ضرر رسانی سے بچنے کے

لئے خلا باز خلائی سفر کے دوران کئی ایک حفاظتی تدابیر اختیار کرتے ہیں

انہی آفتوں کے بارے میں صدیوں پہلے قرآن حکیم کی زبان میں

رسول کریم ﷺ نے اظہار فرمادیا (دیکھیں سورہ ملک آیات ۱۶-۱۷)

سائنس کے اسلامی اور نبوی نظریات ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ تخلیقات عالم کا بغور مشاہدہ کر کے معرفت خداوندی حاصل کرو اور دلوں کو خشیت الہی کی صفت سے متصف کرو چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:- کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے بادلوں سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعے رنگ رنگ کے پھل نکالے اسی طرح پہاڑوں میں سرخ اور سفید رنگ کے طبقات ہیں جن کے رنگ اور قسمیں مختلف ہیں ان میں سے بعض کالے بھنگ ہیں اسی طرح انسانوں اور جانداروں اور موشیوں کی بھی رنگتیں اور قسمیں جدا جدا ہیں اور بے شک جو لوگ (ان کے) عالم ہیں ان کے دل خشیت الہی سے لرز جاتے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے (فاطر)

ان آیات میں کائنات کے مختلف شعبوں یعنی موسمیات، طبعیات، کیمیا، نباتات، طبقات الارض، علم الجبال، علم الانسان اور حیوانات کے شعبوں میں مشاہدے اور غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف تو ان کے دلوں میں گھر کرتا ہے جو ان علوم میں گہری نظر رکھنے والے ہوتے ہیں۔

خلا نوردی اور نئی تحقیقات کے بارے میں یعنی تقریباً تمام سائنسی موضوعات کے لئے آنحضرت ﷺ نے قرآن پاک کی روشنی میں ارشادات فرمائے۔ ان ارشادات اور افکار پاک کی روشنی میں سائنس کو بھی ایک عبادت ہی کے طور پر اپنانا چاہئے کیونکہ سائنس سے محض مادی فوائد کی آس نہیں لگانا چاہئے بلکہ ایک مسلمان کو اس سے روحانی فیضان یعنی خدا کی معرفت تلاش کرنی چاہئے۔

آنحضرت ﷺ کے افکار و نظریات کی روشنی میں ہر مسلمان سائنسدان کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ کائنات کے ایک ایک ذرے کی خالق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور اسی نے کائنات کی ہر چیز کو انسان کے لئے مسخر کر دیا تاکہ وہ اس سے فوائد حاصل کر سکے۔ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو جو پہلا سبق دیا وہ توحید کا سبق تھا اور یہی سبق مسلمان کی زندگی کی اساس ہے اور ایک مسلمان سائنسدان کے غود و فکر کا نقطہ آغاز بھی یہی توحید ہے اور نقطہ انجام بھی یہی اسی لئے اس وسیع و عریض کائنات میں ہر کچھ سے ہوئے مظاہر فطرت، سطح، سطح اور طبقہ در طبقہ، معنوی وحدت کے رشتوں میں پروئے ہوئے ہیں وہ قنین ہیں جن

کی جستجو میں وہ لگا رہتا ہے اور جستجو اسے بلند سے بلند تر حقائق سے آشنا کرتی چلی جاتی ہے اور یہی سائنس کی ترقی کا راز ہے۔ جس طرح طب اور نفسیات آپس میں گہرا رشتہ ہے ریاضی ایک ایسا علم ہے جس کی انسان کو زندگی کے ایک ایک قدم پر ضرورت اور اس کے بغیر انسانی زندگی فلاح و ترقی کے زینوں پر نہیں چڑھ سکتی۔ ریاضی کا اسلامی تعلیمات میں اپنا خاص مقام ہے کیونکہ اس کے بغیر اسلام کا نظام میراث اور احکام وراثت کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ ریاضی کے بنیادی اجزاء میں ایک یہ ہے کہ ہم اساسی طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے پیدا کرنے والے نے ہمارے ذہن میں کچھ بنیادی تصورات رکھ دیئے ہیں مثلاً عدد کا تصور، نقطے کا تصور وغیرہ یہ اشیاء کے نام ہیں جن کی تعریف نہیں کی جاسکتی مگر وجدانی طور پر ان کا تصور ہمارے اندر موجود ہے۔ وقت فاصلہ اور قوت وغیرہ بھی تو اسی قسم کے اسماء ہیں جو وجدانی تصورات ایسے بھی ہیں جو زبان کے عام استعمال سے متعلق ہیں جیسے چھوٹا، بڑا، نیچے اوپر وغیرہ۔

ریاضی کے بنیادی اجزاء میں دوسری اہم قسم مسلمات یا بدیہات کی ہے یعنی موجودات کے متعلق بعض ایسے حقائق جن کو ہم بغیر ثبوت کے تسلیم کر لیتے ہیں جیسے یہ کہ دو مختلف نقاط سے ایک اور صرف ایک خط متعلق ہوتا ہے وغیرہ۔ آئیے اب دیکھیں کہ آنحضرت ﷺ نے قرآن حکیم کے ذریعے ہمیں جو تصور دیا منسرتین نے اس کو کیسے واضح کیا ”علم آدم الاسماء“ کی تفسیر میں رازی نے اسماء سے مراد حقائق الاشیاء کا علم لیا اور بیضاوی کے نزدیک الاسماء سے مراد الفاظ یا صفات ہیں جن میں مدرکات، معقولات، محسوسات، تخیلات اور موبہومات کا اور اک شامل ہے۔

ہر مسلمان کو ایمان بالغیب کی تاکید کی گئی ہے اور اس کے بارے میں متعدد مواقع پر قرآن و حدیث میں ارشاد ہوا ہے جس طرح ایک مسلمان کو ایمان بالغیب کی سخت ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ریاضی کے شعبہ میں بھی ایمان بالغیب کے بغیر آدمی آگے نہیں بڑھ سکتا اسلامی تعلیمات سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام اور آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو ریاضی کی بنیادی روح بھی عطا کی۔

معاشیات کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے افکار اور نظریات قرآنی

تعلیمات کے عین مطابق ہیں جو بہترین نظام معیشت کے قیام کے ترجمان ہیں اسلام جہاں پیداوار میں اضافے اور معیشت کے جیتی فروغ کی پالیسی اختیار کرتا ہے وہاں اس بات کی شدت بھی ہے کہ آمدنی جائز ذرائع سے حال کی جائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”انسان کی بہترین روزی اس کی اپنی مزدوری ہے“۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال کرنے والا اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم رہے گا۔ نیز رسول اکرم ﷺ نے رشوت لینے دینے والے دونوں پر لعنت کی اور ایسا ہی سود لینے اور دینے والوں کو نسبت فرمایا۔

معاشیات کے عالم اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ نظام معیشت اس طرح قائم ہو کہ دولت چند ہاتھوں میں ہی جمع نہ ہو جائے۔ اسلام نے اس بات سے صدیوں پہلے آگاہ کر دیا تھا کیونکہ اس سے طرح طرح کے معاشی مسائل پیدا ہونا ناگزیر تھا۔ یوں تو اسلام نے زکوٰۃ صدقات واجبہ اور انفاق وغیرہ کے اول پیش کے مگر پھر بھی آنحضرت ﷺ نے معیشت کے استحکام کے لئے ارشاد فرمایا کہ ”بیشک مال زکوٰۃ کے سوا اور بھی حق ہے“۔ معیشت کے جو دو بنیادی اصول ہیں میں ایک فروغ پیداوار اور دوسرے یہ کہ دولت کی منصفانہ تقسیم اصول کے مطابق انسان کو محنت کرنے اور پیداوار بڑھانے کا ہتھیار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اوپر ارشاد نبوی درج کیا گیا ہے ”انسان کی بہترین روزی اس کی اپنی مزدوری ہے“۔ یعنی اسے پوری محنت اور تندہی پیداوار کے اضافے کے لئے کام کرنا چاہئے اور ساتھ آجر کو بھی دے دیا کہ مزدور کو مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل ادا جائے تاکہ وہ پوری طرح مطمئن رہے۔

آنحضرت ﷺ معاشی عدل چاہتے تھے۔ صحیح مسلم شریف میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”جس کے پاس زائد سواری ہے وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں جس کے پاس زائد خوراک ہے وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس خوراک نہیں“۔ آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث بہت معروف ہے کہ ”وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ کر کھائے اور اس کا بڑا پیٹ بھوکا پڑا رہے۔“

بقیہ صفحہ نمبر 3

”تازہ“ میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔

اسلامی صحافت

از:

منیر احمد خلیلی

کے لادری قضاے



ہم ارباب قلم اور علمائے اسلام کو آواز دیتے ہیں کہ وہ دیئے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔

شائع ہوتا رہا۔ قرائی ذرائع میں کبھی صرف کتابیں، رسالے اور اخبارات شامل تھے، آج انٹرنیٹ کا جن بوتل سے نکل کر ان سب پر چھا گیا ہے۔ اس نے لوگوں کی وجہ جرائد و کتب سے ہٹا دی ہے۔ گزشتہ ایک ڈیڑھ عشرے سے مطالعہ کے ذوق اور سرگرمی پر جو حند گہری ہوتی جارہی ہے، وہ اسی بوتل کا دھواں ہے، جس سے یہ جن نکلا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جہاں انٹرنیٹ ایجاد ہوا اور اس کا سب سے پہلے اور سب سے زیادہ استعمال شروع ہوا وہاں تو کتاب خوانی کے رجحان میں کوئی کمی نہیں آئی، ہر ماہ میں تو ہر نئے کسی نہ کسی موضوع پر کوئی کتاب چھپی اور Best Seller کا درجہ پا کر لاکھوں قارئین کے ہاتھوں میں اور مطالعہ کی میز پر پہنچ جاتی ہے، لیکن ہماری نگاہیں انٹرنیٹ سے ایسی خیر ہوئی ہیں کہ اس کے سوا کچھ اور سمجھائی نہیں دے رہا ہے۔

اخبارات اور رسائل کے بعد ریڈیو میڈیا کا حصہ بنا، اس سے حالات و حوادث سے آگاہی میں اور وسعت آئی۔ ہمارے ہاں ۷۰ء کے عشرے میں بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی کی آمد ہوئی، پھر رنگین ٹی وی نے آکر واقعات و شخصیت کو متحرک اور Live حالت میں ناظرین کے سامنے پیش کرنا شروع کیا تو ان کے اثرات کا دائرہ اور زیادہ پھیل گیا۔ اب واقعات محض خبروں کی صورت میں نہیں بلکہ اپنی اصلی صورت میں نگاہوں کے سامنے آنے لگے۔ اس وقت سنی اور لیسری ذرائع ابلاغ کی برادری میں ایک اور رکن یعنی موبائل فون کا بھی اضافہ ہو چکا ہے

میڈیا، جرنلزم یا صحافت کیا ہے۔۔۔؟

سادہ الفاظ میں خبروں کے جمع کرنے، لکھنے اور ان کو نشر یا شائع کرنے کے نظام یا شعبے کے نام صحافت یا میڈیا ہے۔ ذرا وسیع معنوں میں وہ قرائی، سمعی اور بصری ذرائع جن کے ذریعہ حادثات و واقعات، مسائل اور رجحانات و میلانات کے بارے میں معلومات اکٹھی کی جاتی ہیں، ان کی سند اور صداقت کے بارے میں تحقیق کی جاتی ہے اور پھر ان کو اخبارات و رسائل، ریڈیو، ٹی وی یا انٹرنیٹ پر نشر کیا جاتا ہے، یہ تمام امور میڈیا کی تعریف میں آتے ہیں۔ موجودہ دور میں نیوز میڈیا کا دائرہ اتنی وسعت حاصل کر چکا ہے کہ اطلاعات و معلومات اور آواز و افکار عوام تک پہنچانے کا یہ واحد ذمہ دار یا ٹھیکیدار بن گیا ہے۔ لفظ میڈیا کے رواج عام سے پہلے اس نظام کے لئے اردو میں صحافت اور انگریزی میں جرنلزم Journalism کی اصطلاح عام تھی جو فرانسیسی زبان کے Journal اور لاطینی زبان کے Diurnal سے ماخوذ تھی، جس کا مطلب روزنامہ ہے۔ روم میں The Acta Diurna ہاتھ سے لکھے ہوئے خبری بیٹن کو کہا جاتا تھا، جو کسی اہم پبلک مقام پر رکھ یا پہنچا دیا جاتا تھا اور لوگ وہاں جمع ہو کر اسے پڑھتے اور اس دن کی تازہ خبر سے آگاہ ہوتے تھے۔ یہ گویا دنیا کا پہلا اخبار تھا، لیکن انگریزی زبان کا پہلا اخبار Daily Courant ناما جاتا ہے جو ۱۷۰۲ء سے ۱۷۳۵ء تک

میڈیا کا دائرہ کار یا ذمہ داری

میڈیا کی ذمہ داریوں میں معروضی انداز میں خبر دینا، حالات سے باخبر رکھنا، واقعات کے پس منظر پر روشنی ڈالنا، حقائق کی تہ تک پہنچنا، انسانی معلومات سے تھوڑا آگے جا کر اس کے شعور کو اجاگر کرنا، ایک خاص نچ پر اسے سازی اور معاشرتی تقاضوں کے مطابق لوگوں کے رویوں اور رجحانات کی تعمیر کرنا شامل ہیں۔ جدید دور کے میڈیا نے خبر دینے کے ساتھ خبر لینے کو بھی اپنے مقاصد میں شامل کر لیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میڈیا جہاں ہر طبقے، ہر گروہ اور ہر سیاسی پارٹی، مذہبی جماعت اور سماجی تنظیم کی سرگرمیوں کی معروضی انداز میں خبریں دیتا ہے۔ وہاں وہ عوامی نمائندگی کرتے ہوئے ان جماعتوں اور تنظیموں اور گروہوں کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر ان کا مواخذہ اور محاسبہ بھی کرتا ہے تاکہ ان کی کوئی پالیسی اور سرگرمی قومی مفاد اور سماجی بہبود کے خلاف نہ ہو۔ میڈیا کی اسی اہمیت کے باعث اس کو جمہوری نظام کے اہم ترین ستونوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

ان مقاصد کو سامنے رکھا جائے تو میڈیا کا کردار بڑا مقدس نظر آتا ہے، قومی ذمہ داری کے اعتبار سے ملک و قوم کی اساسات سے ہم آہنگ اعتقادات اور نظریات و افکار اور تعمیری رجحانات و میلانات کو فروغ دینا میڈیا کا اصل کام سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح ایک استاذ سے یہ توقع کرنا بعید از امکان ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو برائی کی تعلیم دے گا اور جرائم کا عادی بنا دیگا۔ اسی طرح میڈیا کے بارے میں یہ سوچنا انوکھی بات سمجھی جاتی تھی کہ وہ ان اخلاقی رویوں اور افکار و معتقدات کا پرچار کرے گا جو قومی مقاصد سے متصادم ہوں۔

جو معیارات و اصول اب قصہ پارینہ ہیں

ایک وقت تھا جب ایک مشن کے سوا میڈیا کا کوئی اور کردار تصور میں ہی نہیں آ سکتا ہے۔ ہماری ماضی قریب کی تاریخ میں سام راج سے آزادی کی جدوجہد کو اس وقت کے پرنٹ میڈیا کا سب سے بڑا جہاد سمجھا جاتا تھا۔ اس زمانے میں روزنامے اور ماہ نامے ہی ہوتے تھے۔ اکثر ماہ نامے اپنے عالی قدر مدیروں کی رحلت کے بعد بند ہو گئے۔ فکر و نظر میں کامل ہم آہنگی تلاش کرنا تو جیتو سے لاج حاصل بیت

اہم اگر باہمی احترام قائم رہے، ایک دوسرے کی رسوائی کو شغل نہ بنایا جائے اور سماجی تعلقات کی دراریں پیدا نہ ہوں تو اختلاف رائے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ ان میں نوک جھونک بھی چلتی رہتی تھی، لیکن وضع داری میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔

فکری یک جہتی، اپنے خاص اثر کے تحت ذہن سازی، رائے اور فکر کی تشکیل سب کا مشترک مطمح نظر تھا۔ اپنے نظریے اور فکر کی پاس داری میں اس دور کے مدیران کرام بڑی قربانیاں دیتے تھے، جیلیں کاٹتے اور بھاری جرمانے بھرتے تھے، مگر اس طرح ہر تلخی اور تڑپ ان کے نشہ جدوجہد آزادی اور جنون مقاصد کو اور بڑھا دیتی تھی۔ وہ اپنے نظریے اور اصول اور اپنے نصب العین پر کسی سودے بازی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ نہ بکتے تھے اور نہ جھکتے تھے۔ ان کے نزدیک قلم کی حرمت پر حرص و ہوس کی آنچ آنے دینا ماں بہن کی آبرو بیچنے کے مترادف تھا۔ ان کے الفاظ اتنی بڑی قیمت رکھتے تھے کہ کوئی ان کی قیمت لگانے کی ہمت ہی نہیں رکھتا تھا۔ وہ فقر و فاقہ اور مشکلات و مصائب کی حالات میں بھی اپنے اصولوں سے غذا اور روشنی پاتے تھے۔ یہی ان کی قوت کا راز تھا۔ کردار کے کھرے پن کا اپنا ایک وزن اور اثر ہوتا ہے۔

معیار زبان و بیان بھی روبہ زوال

وقت کے ساتھ ہر چیز کی قیمت و قامت ڈھلنے لگی۔ صحافت یا سرچہ اصطلاح میں میڈیا کیا اصولی آب و تاب بھی ایک گہن کی لپیٹ میں آگئی۔ بیان لذت اور شائستگی اور زبان کی مہارت کے لحاظ سے بھی اب وہ معیار و خواب و خیال ہو کر رہ گیا ہے، جو صحافت کے ان اساسا طین نے قائم کیا تھا۔ ان میں اکثر اپنے وقت کے نام و راویب اور شاعر تھے۔ پھر اپنی تہذیبی جڑوں کے ساتھ ان کا رشتہ بہت گہرا تھا۔ سیرت و کردار کے لحاظ سے بڑے اجلے تھے۔ آج میڈیا سے وابستہ افراد کے کردار میں وہ بلندی اور مقاصد میں وہ رفعت غائب ہو گئی ہے، جو ماضی میں صحافت کی پہچان تھی۔ اب ذہن اور قلم دونوں پر (برائے فروخت) کا لیبل لگا کر صحافی اپنے دفاتروں میں بیٹھتے ہیں۔

کالی بھیڑوں کا زیور

میڈیا میں خاص خال خال اچھے لوگ اب بھی نظر آتے ہیں، وہاں

کالی بھیڑوں نے جگہ بنالی ہے، آج کے دور میں بھی بعض صحافیوں نے اپنے اصولوں کی خاطر اپنی جان، مال اور آبرو کی قربانیاں دی ہیں۔ تاہم اچلے کردار کے حامل ایسے افراد کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ چند کو چھوڑ کر باقی صحافی برادری لائن کی دوسری طرف کھڑی نظر آتی ہے۔ کردار کی بلندی میں آج کے صحافیوں کا ایک بڑا طبقہ مذکورہ بالا بزرگوں سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ ان کی نظریاتی بینائی بہت کم زور ہے۔ اغراض کے بندوں اور تاثر آشیدہ ذہنوں کے لشکر اس شعبے میں داخل ہو گئے ہیں۔ یہ ہمیشہ ہری گھاس پر نگاہ رکھتے ہیں۔ جدھر چارہ زیادہ ملتا ہے۔ ادھر چلے جاتے ہیں۔ میڈیا مراکز نے بھی صحافیوں کے خریدنے کی منڈیاں لگا رکھی ہیں۔ ایک خاتون یا حضرت صبح ایک چینل پر خبریں پڑھتے نظر آتے ہیں تو شام کو کسی دوسرے چینل پر جھلک دکھاتے ہیں۔ اسکر اور کالم نویس کبھی ایک چینل یا اخبار کے مالکان کے گلے پڑھ رہے ہوتے ہیں تو ذرا بھاؤ بڑھائے تو اسی زبان اور لہجے میں دوسری انتظامیہ کے قصیدے شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی ایک جماعت کے حامی ہوتے ہیں تو کبھی دوسروں کے دسترخوان کی خوشہ چینی میں لگ جاتے ہیں۔ غیر ملکی دوروں اور حج و عمرہ کے ٹکٹ بھی ان کی قیمت کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس شعبہ کی عظمت گہنا کر رہ گئی ہے۔

مغربی میڈیا اور مخصوص اثرات اور

اصول و اقدار کی پاس داری

ہر قوم کا کوئی خاص نظریہ ہوتا ہے۔ کچھ اخلاقی ضابطے اور کچھ اصول ہوتے ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ کو اس نظریے، ان اصولوں اور اخلاقی قدروں کے تابع ہونا ضروری ہے۔ مغربی تہذیب اور پچھری بے شمار چیزوں کو ہم فساد اور بگاڑ سمجھتے ہیں، لیکن مغربی ممالک کی حکومتیں، دانش ور، پالیسی ساز، اور تھنک ٹینک ان چیزوں کی بقاء کو اپنی اجتماعی زندگی کی بقاء تصور کرتے ہیں اور نہ صرف ان کی حفاظت کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں، بلکہ اپنے زیر اثر معاشروں کو بھی انہیں کے رنگ میں رنگا دیکھنے کے متمنی اور وہاں رواج دینے کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ فرانس اور دیگر کئی یورپی ممالک چہرے کے پردے ہی کو نہیں بلکہ عورتوں کے سر پر اسکارف کو بھی اپنی تہذیب کے لئے خطرہ سمجھتے ہیں

اور جمہوری اصولوں اور انسانی حقوق کے اپنے تمام دعووں کے برعکس اب اقلیت کا قانون سازی کر کے انہوں نے تاجاب یا پردے کو ممنوع ٹھہرا دیا ہے۔ Halocaust ماضی قریب کا ایک اسطوره (Myth) سمجھا جاتا ہے، جس کی صداقت کے بارے میں یورپ اور امریکہ کے اندر بھی بے شمار سنجیدہ فکر لوگ شک کرتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں جرمنی اور بعض دوسرے مقامات پر آتشیں بھٹیوں میں لاکھوں یہودیوں کے زندہ بھسم کیے جانے کی داستان کو ایک مسلمہ عقیدے کا درجہ دیا گیا ہے۔ یہودی اثر کے تحت تاریخ بھی ایک ناقابل معافی جرم ہے۔ یورپ اور امریکہ کی حکومتیں، وہاں کا میڈیا اور پالیسی ساز ادارے اپنے طے شدہ معتقدات اور خیالات و تصورات سے انحراف کو گناہ سمجھتے ہیں اور ان کی پاس داری کرتے بھی ہیں اور دوسروں سے کراتے بھی ہیں۔ ہمارے ہاں میڈیا کے اندر نئے رجحانات نے جنم لیا۔ اس کے ظاہر میں تبدیلیاں آئیں۔ اخبارات کے رنگین صفحات سے آگے نکل کر اب ساتھ سترٹی وی چینل ہیں، جن کی چکا چوند نگاہوں کو خیرہ کیے جاتی ہے، بے باکی اور آزادی کی لہریں بھی بلند ہو رہی ہیں، لیکن پچھلی مفقود ہے۔ قوم کے اندر فکری یک جہتی کو فروغ دینے کے بجائے انتشار فکری کے تیز جھکڑ اٹھتے دکھائی دیتے ہیں نظریاتی کمیونٹ کی جگہ معروضیت کے نام پر ہر سمت کی طرف تیر کا نشان لگے ہوئے ہیں۔ مسافران وطن کو کچھ بھائی نہیں دیتا کہ میڈیا کس منزل کو ان کی اصل منزل دکھا رہا ہے۔ بھانت بھانت کی بولیاں سنائی دیتی ہیں۔ کسی بھی چینل کو کھولیں یا کسی بڑے اخبار کے ادارتی صفحے پر نظر ڈالیں، ایک ہی وقت میں متضاد بلکہ صریح متضاد خیالات کا پرچار نظر آتا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اطاعت و عبادات کے نظام کے بعد شرم و حیا اور اخلاقی جوہر ہے کہ جب اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو پھر اور کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہتی جو برائی اور بد اخلاقی کے طوفان کا راستہ روک سکے۔ ہمارا میڈیا ملٹی میشل کمپنیوں کے مفادات کے اتباع میں قومی نظریے، دینی اعتقادات اور اخلاقی و تہذیبی اقدار کو مٹی میں ملانے میں مصروف ہے ایک طرف یہ کمپنیاں اپنی مصنوعات کو مقبول بنانے کے نام پر (صفحہ نمبر 24)

اسلام کا تعلیمی نظام



از:
محمد مصطفیٰ احمد

اسلام کے تعلیمی نظام کا اندازہ لگانے سے پیشتر یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے عربوں کی حالت کیا تھی۔ اسلام سے پہلے اہل عرب ایک ناخواندہ قوم کہلاتے تھے وہ عام طور پر لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ انکی کوئی مرکزی اور علمی زبان نہ تھی۔ عرب کے ہر قبیلے کی بولی ایک دوسرے سے جدا گانہ تھی اور انکی بولیوں میں اس قدر اختلاف تھا کہ بعض اوقات ایک قبیلے دوسرے قبیلے کی بول چال کی زبان کو نہیں سمجھ سکتا تھا بالخصوص یمن اور جنوبی عرب کی زبان شمالی عرب اور قریش کی زبان سے مختلف تھی۔

عرب کا تمدن:

حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے سینکڑوں برس پہلے سیا اور حمیدین بائبل کے دور میں جنوبی عرب کا تمدن عالم شباب پر تھا اس وقت یہاں کے بادشاہوں نے خط مسد کے نام سے ایک رسم الخط ایجاد کیا تھا جو خط حمیدی کے نام سے بھی موسوم تھا۔ یہ خط صرف بادشاہوں اور امراء کی یادگاری جنگوں رسموں اور مخصوص احکام کو کتابوں کی شکل میں لکھنے کے لئے مستعمل رہا۔ عوام میں غالباً اس کا رواج نہیں تھا کیونکہ ماہرین آثار قدیمہ نے جو کتابت یمن کے کھنڈروں سے برآمد کیے ہیں انہیں صرف وہاں کے بادشاہوں اور امراء نے اپنے احکام جاری کرنے یا اپنے جنگی معرکوں کا اعلان کرنے کے لئے خط حمیدی میں استعمال کیا ہے۔ کوئی عوامی کتبہ دستیاب نہیں ہو سکا اور نہ کوئی ادبی یا علمی یا تعلیمی قسم کی تحریر برآمد ہوئی ہے البتہ متشرفین نے ان کتابت کی مدد سے قدیم حمیدی زبان کے حروف ابجد اور زبان کے الفاظ و قواعد معلوم کر لئے ہیں جو عربی لسانیات میں کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔

عکاظ کا مقام

موجودہ قدیم روایات سے جو ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت سے نصف صدی پیشتر مکہ معظمہ کو خانہ کعبہ کی وجہ سے ایک طرح کی مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی تھی اور وہاں مختلف میلے اور بازار لگنے شروع ہو گئے تھے ان میلوں اور بازاروں کے لگنے سے مختلف قبائل کے شعراء یہاں آنے لگے اور عکاظ کے مقام پر عرب شعراء کا اجتماع ہونے لگا اور عوام و خواص کو اپنے قصائد سامنے لگے یہ شعراء ایسی زبان میں اشعار سناتے تھے جسے سب لوگ سمجھتے تھے ایسی زبان قریشی زبان تھی جس میں شعراء اپنے اشعار

سناتے تھے اس طرح ظہور اسلام سے قبل قریش کی کو ایک قسم کی مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ قبیلہ قریش کی زبان عرب کے قبائل کے شعراء اس لئے پسند کرتے تھے کہ انکی زبان کو تمام قبائل جو حج کے موقع پر جمع ہوتے تھے سمجھنے لگتے تھے۔

اہل قریش بھی تجارت کے لئے ان تمام مشہور قبائل کے ہاں سلسلہ آمد و رفت رکھتے تھے۔ لہذا تجارتی تعلقات کی وجہ سے بھی اکثر اہل عرب قبیلہ قریش کی زبان کو سمجھنے لگے تھے۔ اس طرح سے ایسی مقبولیت حاصل ہوئی جس کی بناء پر آگے چل کر وہ مرکزی زبان کی حیثیت اختیار کر سکتی تھی۔

قلم کے ذریعے

اسلام میں تعلیم اور علم کی فضیلت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو نبوت عطا ہوئی اور غار حرا میں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو اس میں سب سے پہلے آپ کو پڑھنے کا حکم دیا گیا اور سورہ اقراء میں پہلی وحی کی جو آیات نازل ہوئیں ان میں تو سنت و خواندگی تلقین کی گئی تھی اور قلم کے ذریعے تعلیم حاصل کرنے کی فضیلت کا اعتراف کیا گیا چنانچہ اس پہلی وحی کو تعلیم کا سنگ بنیاد قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ پیغام خداوندی اپنے رشتہ داروں اور دوسرے اہل مکہ تک پہنچا دیں اور انہیں قرآن کریم کے احکامات میں اس طرح یہ مذہبی تبلیغ عربوں کے لئے تعلیمی درس گاہ بن گئی اور آپ کو چہ و بازار میں ہر جگہ تعلیم و تبلیغ کے فرائض انجام دینے لگے آپ کفار مکہ کو بھی اسلامی تعلیمات کی طرف متوجہ کرتے تھے تاہم وہ لوگ جو مسلمان ہو گئے تھے آپ کی تعلیمات سے خاص طور پر مستفید ہوئے آپ انہیں نہ صرف اخلاقی اور مذہبی تعلیم دیتے تھے بلکہ ان کی عملی تربیت بھی کرتے تھے یہ مسلمان قرآن کریم کی آیات اور سورتیں یاد کر کے مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی علمی اور ادبی قابلیت بھی بڑھاتے تھے۔

چونکہ قرآن کریم کی زبان نہایت فصیح و بلیغ اسلئے تمام مسلمانوں کا لہجہ نہایت عمدہ ہو گیا اور زبان یکساں ہو گئی اور انکی بول چال اور گفتگو بھی اور فصیح ہو گئی تھی اور ان کا کلام بدویانہ بول کے دائرہ سے نکل کر ایک مہذب اور متہذبن قوم کی گفتگو میں تبدیل ہو گیا یہاں تک کہ قرآن

کریم کی تعلیم کی بدولت عہد رسالت کے آخری زمانے میں عربی زبان کی ایک فصیح و بلیغ مرکزی زبان کی حیثیت سے تمام عرب میں مقبول ہو گئی اور انکی قبائل بولیوں کی اہمیت ختم ہو گئی اور یہ سب کچھ قرآن کریم کی تعلیم و اشاعت کی بدولت تھا لہذا یہ خیال کرنا کہ قرآن کریم کی تعلیم صرف مذہبی تعلیم تھی صحیح نہیں ہے اس کے ذریعے نہ صرف مسلمانوں کی خواندگی کا معیار بڑھا بلکہ انہوں نے تہذیب و تمدن کے وہ تمام اصول سیکھ لئے جو عام طور پر موجودہ درس گاہوں میں سکھائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ادبی اور علمی حیثیت سے انکی قابلیت اور صلاحیت میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور قرآن کی تعلیمات سے ان کا اندازہ خطابت بھی ترقی پذیر ہوا۔

اس طرح وہ آگے چل کر فصیح و بلیغ مقرر و خطیب بہادر بن گئے اور بے نظیر مدبر اور سیاست دان، ثابت ہوئے مسلمانوں کے لئے قرآن کریم سرچشمہ علوم بنانے کے معلم اول آنحضرت ﷺ تھے۔ قرآن کے ذریعے انہیں اخلاق و آداب معاشرت و تمدن کی تعلیم دی گئی اور یہی زبان و ادب کی تعلیم حاصل کرنے کا ذریعہ بھی تھا۔ اور اسی کے ذریعے انہوں نے نوشت و خواندگی کی تربیت حاصل کی بلکہ قرآن کریم نے مسلمانوں میں بالعموم اور عربوں میں بالخصوص لسانی قومی اور سیاسی اور مذہبی اتحاد و تنظیم کا جذبہ پیدا کیا۔

اسکی زندگی میں مسلمانوں کی حالت کمزور تھی اس لئے وہاں تعلیم کا وہ نظام تو قائم نہ ہو سکا جو مدینہ طیبہ میں قائم ہوا تاہم آپ کا ہر صحابی بیک وقت معلم بھی تھا اور مسلح بھی کیونکہ اسلامی تبلیغ تعلیم کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی اس لئے ہر مسلمان اپنے نئے ساتھیوں کو قرآن کریم اور اسلام کی تعلیم دیتا تھا۔

ہجرت سے پہلے

ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ کے کچھ باشندے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مکہ معظمہ آکر مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ مدینہ کے مسلمان باشندوں کو اسلام کی تبلیغ دینے کے لئے کوئی معلم بھیجا جائے۔ لہذا آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو قدیم مسلمانوں میں سے تھے مدینہ منورہ بھیجا۔ چنانچہ ان کی تعلیمات کی بدولت اسلام مدینہ کے گھر گھر پھیل گیا اور

انہیں کی تعلیم کی بدولت قبیلہ ادس کے سردار حضرت سعد بن معاذ مسلمان ہو گئے حضرت مصعب بن عمیر پہلے مسلمان تھے جو مکہ معظمہ سے باہر معلم کی حیثیت سے بھیجے گئے تھے اور وہ اپنے تعلیمی مشن میں کامیاب ہوئے۔

جب آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہاں آکر آپ نے خود مختار اسلامی مملکت قائم فرمائی تو اس کے ساتھ ساتھ آپ نے بہتر نظام تعلیم قائم کیا۔ اس نظام تعلیم میں سب سے مقدم اور اہم قرآن کریم کی تعلیم تھی جو مدینہ منورہ کے ہر مرد و زن کے لئے لازم تھی بچے بوڑھے سب قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتے تھے اس تعلیمی نظام کی تکمیل آپ خود فرمایا کرتے تھے اور قرآن کریم کی وضاحت کے سلسلے میں جس کسی کو کوئی وقت پیش آتی تھی وہ براہ راست آکر آپ سے اپنی مشکلات کو رفع کرتا تھا چونکہ مہاجرین مدینہ منورہ آکر آباد ہو گئے تھے اسلئے مدینہ کی آبادی وسیع ہو گئی اور بعض مہاجرین مدینہ کے اصل شہر سے کچھ دور مضافات میں رہنے لگے تھے۔ مدینہ کے باشندے روزانہ آنحضرت ﷺ کے پاس آکر تعلیم سے مستفید ہوتے تھے اور ضروری احکام معلوم کر لیتے تھے مگر وہ لوگ جو شہر سے دور مضافات میں رہتے تھے وہ ایک دن کی باری مقرر کر کے آتے تھے۔

یعنی ان کا ایک ساتھی ایک دن آتا تھا اور دوسرا ساتھی دوسرے دن۔ اس طرح ہر ایک کو اپنے ساتھی کے ذریعے روزمرہ کی تعلیم اور احکام معلوم ہوتے تھے۔

معلم کے فرائض

ایسے لوگوں میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ بھی شہر سے باہر رہتے تھے اسلئے انہوں نے ایک انصار پڑوسی سے یہ معاملہ طے کر لیا تھا کہ ایک دن وہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرے گا اور دوسرے دن وہ خود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تعلیمات حاصل کرنے کے لئے جائیں گے اور اس طرح وہ ایک دوسرے کو آنحضرت ﷺ کی تعلیم سے آگاہ کرتے رہے۔ مدینہ منورہ میں صحابہ کی ایک قلیل تعداد ایسی تھی جن کا کوئی گھریا نہیں تھا اور مفلسی کی وجہ سے وہ تجارت و زراعت میں مشغول نہیں ہو سکتے تھے۔ لہذا وہ شب و

روز آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اس لئے وہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر رہنے کی وجہ سے آپ سے تعلیمات سے زیادہ مستفید ہوئے اور آگے چل کر معلم کے فرائض انجام دینے کے قابل ہوئے ان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو احادیث نبوی کے سب سے بڑے راوی اور عالم تھے۔ چنانچہ انہوں نے تنگدستی اور فاقہ کشی کے باوجود سب سے زیادہ احادیث نبوی کو یاد رکھا۔ اور آپ کے بعد ہزاروں انسانوں کو احادیث کی تعلیم دی۔ چنانچہ آپ کا یہ فیض تعلیم اب تک جاری ہے۔

تعلیم بالغان کی اہمیت

اس قلیل تعداد کے علاوہ اکثر مہاجرین و انصار اپنے کاروبار میں مصروف ہو گئے تھے۔ انصار پہلے ہی سے مدینہ منورہ میں کاشتکاری کے فرائض انجام دیتے تھے اسلئے وہ اسی کام میں لگے رہے۔ البتہ شروع میں مہاجرین کا مدینہ طیبہ میں کوئی وسیلہ معاش نہ تھا اہل مدینہ کے تعاون اور بھائی چارہ کی بدولت وہ جلد ہی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے چنانچہ انہیں تجارتی کاروبار کا تجربہ تھا اسلئے یہ حضرات تجارت میں مشغول ہو گئے۔ تاہم تجارت و زراعت کے کاروبار میں مشغول ہونے کے باوجود یہ حضرات تعلیم سے غافل نہ رہے بلکہ فرصت کے اوقات میں وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روزانہ حاضر ہوتے تھے اور آپ کی تعلیمات سے مستفید ہوتے تھے۔ روزمرہ کی اہم تعلیمات آپ خود دیتے تھے۔ اور قرآن کی تعلیم دیگر اکابر صحابہ سے حاصل کرتے تھے۔ اس طرح تعلیم بالغان کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا طریقہ تفریباتی اعتبار سے بڑا موثر تھا۔ آپ نہایت آسان اور دلنشین انداز میں لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ ضروری باتیں آپ تین بار دہراتے تھے تاکہ ایک کند ذہن انسان بھی انہیں اچھی طرح سمجھ لے آپ ہر شخص کو اسکی صلاحیت اور عقل و مزاج کے مطابق تعلیم دیتے تھے بلکہ آپ بار بار معلوم کو یہ ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ ”تم لوگوں سے انکی عقل ذہنیت کے مطابق گفتگو کیا کرو“ اسی اصول کے مطابق آپ نہایت آسان زبان میں گفتگو فرماتے تھے اور غیر متعلقہ زبانوں کے (صفحہ نمبر 3)

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میرے بات

سورۃ ۱۰۰ باتیں

جن سے پرہیز ضروری ہے

وہ باتیں جس کی بے توجہی سے انسان مفلسی، تنگدستی، محتاجی، قلاشی میں مبتلا ہوتا ہے جس کا ذکر قرآن و حدیث میں ملتا ہے اور اکثر و بیشتر وہ ہیں جو اکابر ملت و رہنمایاں شریعت نے اپنے اپنے مشاہدے اور تجربے سے دریافت کیں تو جو ان باتوں سے اپنے آپ کو دور رکھے گا خود ہی نفع اٹھائے گا اور جو ان میں ملوث ہوگا وہ خود کچھ لے گا کہ اس نے کیا کھو یا اور کیونکر کھو یا۔

کرنا دولت بے زواں میں لکھا ہے اگر رات بھر جوتا اوندھا پڑا رہا تو شیطان اس پر آن کر بیٹھتا ہے وہ اس کا تخت ہے (۳۸) بکریوں کے گلے میں گھس کر چلنا شام کے وقت خصوصاً (۳۹) اولاد کو گالی دینا یا چاہے کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور وہ سب باتیں یہ ہیں۔

(۱) جھوٹ بولنا (۲) گناہوں میں مشغول رہنا (۳) زنا کرنا (۴) جھوٹی قسمیں کھانا (۵) جنابت میں کھانا کھانا (۶) برہنہ پیشاب کرنا (۷) رات میں جھاڑو دینا خصوصاً کپڑے سے جھاڑنا (۸) ناخن دانت سے تراشنا (۹) پانچامہ یا دامن یا آٹھل سے منہ پوچھنا (۱۰) فقیروں سے روٹی کے ٹکڑے خریدنا (۱۱) کھڑے ہو کر پانچامہ پہننا (۱۲) تھمکے دستار یعنی عمامہ باندھنا (۱۳) خشک بالوں میں کٹکھا کرنا یا کھڑے ہو کر بال کاڑھنا (۱۴) خشک کٹکھا استعمال کرنا (۱۵) ماں باپ کے نام لے کر پکارنا (۱۶) مقررہ (کینچی سے موئے زیر ناف کاٹنا) (۱۷) چالیس روز سے زیادہ زیر ناف کے بال رکھنا (۱۸) بزرگوں کے آگے چلنا (۱۹) دروازے پر بیٹھنے کی عادت کرنا (۲۰) لہسن پیاز کے پوست جلانا (۲۱) مکڑی کے جالے دور نہ کرنا (۲۲) جوں کو زندہ چھوڑنا (۲۳) نماز کاٹلی کرنا (۲۴) پھٹے ہوئے کپڑے کو نہ سینا (۲۵) فجر کی نماز پڑھ کر مسجد سے جلد نکل آنا (۲۶) صبح کے وقت سونا (۲۷) اولاد پر باوجود مالداری تنگی کرنا

(۲۸) بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانا (۲۹) کھانے کے بعد برتن صاف نہ کرنا (۳۰) اہل و عیال سے لڑتے رہنا (۳۱) خلال کرتے وقت جو ریشہ نکلے اسے پھر منہ میں رکھ لینا (۳۲) ہر قسم کی لکڑی سے خلال کرنا (۳۳) کھانے پینے کے برتن کھلے ہوئے رکھنا (۳۴) چراغ منہ کی پھونک سے بجھانا (۳۵) اوندھے ہوئے جوتے کو دیکھنا اور سیدھا نہ کرنا دولت بے زواں میں لکھا ہے اگر رات بھر جوتا اوندھا پڑا رہا تو شیطان اس پر آن کر بیٹھتا ہے وہ اس کا تخت ہے (۳۸) بکریوں کے گلے میں گھس کر چلنا شام کے وقت خصوصاً (۳۹) اولاد کو گالی دینا یا لعنت کرنا (۴۰) فقیر کو جھڑک دینا (۴۱) بایاں پاؤں پہلے پانچامہ میں ڈالنا اور بائیں ہاتھ کی آستین پہلے پہننا (۴۲) قبرستان میں ہنستا (۴۳) کوڑا کرکٹ گھر میں جمع رکھنا (۴۴) صبح ہوتے ہی خدا اور رسول کا نام لئے ذکر کے بغیر دنیا میں مشغول ہو جانا (۴۵) مغرب اور عشاء کے درمیان سونا (۴۶) گانے بجانے میں دل لگانا (۴۷) صلہ رحمی نہ کرنا (۴۸) جنابت کی حالت میں ناخن تراشنا یا سرمندانہ یا موئے زیر ناف وغیرہ صاف کرنا (۴۹) زکوٰۃ یا صدقات واجبہ مثلاً قربانی و کفارہ قسم وغیرہ کے ادا کرنے میں بخل کرنا یا خواہ مخواہ انہیں ٹالتے رہنا (۵۱) بغیر حاجت سوال کرنا (۵۲) امانت میں خیانت کرنا (۵۳) اندھیرے میں کھانا کھانا (۵۴) ماں باپ کو ایذا دینا (۵۵) قمار بازی یا گانے بجانے کے آلات وغیرہ گھر میں رکھنا حدیث شریف میں ہے کہ جس گھر میں شراب اور دف اور طنپورہ (سارنگی ستار) وغیرہ ہو اس گھر میں آدمیوں کی دعا قبول نہ ہوگی۔ اور نہ اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوگا (۵۹) راستہ میں پیشاب کرنا (اور بے ستری ہو تو حرام و گناہ) (۶۰) ہمیشہ بے دہ

گوئی مسخرہ پن اور ہزلیات (مذاق، دل لگی) میں مصروف رہتا (۶۱) ننگے سر کھانا کھانا (۶۲) ننگے سر بیت الخلا میں جانا (۶۳) ننگے ہوئے کھانے میں دیر نہ کرنا کہ کھانا دسترخوان پر الٹا ان کا انتظار کرے (۶۳) برہنہ سر بازار میں پھرتا اور عورتوں کا ننگے سر رہتا اور اجنبیوں کے سامنے اسی حالت میں آنا جانا حرام حرام اور سخت گناہ ہے (۶۵) سجدہ تلاوت نہ کرنا، یا با وضو ہوتے ہوئے اس میں دیر لگانا (۶۶) تلاوت قرآن کی دوران آیت سجدہ چھوڑ کر آگے بڑھنا (۶۷) دوسرے شخص کا کنگھا عادتاً مانگ کر استعمال کرنا (خصوصاً صاف کئے بغیر کہ دوسرے کے بال اس کے بالوں میں الجھیں (۶۸) حوض یا تالاب یا بہتے پانی میں پیشاب کرنا (اس سے نسیان بھی پیدا ہوتا ہے دولت بے زوال میں لکھا ہے کہ پانچ چیزوں سے بھول پیدا ہوتا ہے حوض وغیرہ میں پیشاب کرنا رکھ پر پیشاب کرنا چاہے کاجھوٹا کھانا قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا زندگانی حرام خوری میں گنواں بلکہ غور کیجئے تو یہ آخری ایک مستقل بلا و عذاب ہے (۶۹) سوتے وقت پانچامہ یا تہہ بند کے سر کے نیچے رکھ کر سونا دولت بے زوال میں لکھا ہے کہ اس سے خواب خوفناک نظر آتے ہیں (۷۰) برہنہ ہو کر سونا (۷۱) نہانے کی جگہ پیشاب کرنا (۷۲) بلا ضرورت بستر کے پاس پانی کا لوٹا سفلی پیشاب کے لئے رکھنا (۷۳) نماز قضا کر دینا (۷۴) مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا (۷۵) وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں کرنا (اس وقت دعائیں پڑھے یا خاموش رہے) (۷۶) بلا وجہ شرعی کسی کے تھنہ ہدیہ نذرانہ کو رو کر دینا (۷۷) روٹی کو خوار رکھنا (کہ اس سے بے ادبی ہوا اور بیرون میں آئے) (۷۸) وضو کی جگہ پر پیشاب یا پیشاب کی جگہ پر وضو کرنا (۷۹) مٹی یا چینی کے شکتہ برتن استعمال میں رکھنا خواہ اس سے پانی پینا (۸۰) دروازے پر بیٹھ کر کھانا پینا یہ خلاف ادب بھی اور قابل نفرت بھی (۸۱) استاد کی عظمت و توقیر میں کمی کرنا کہ معاذ اللہ اس کی توہین (۸۲) شکتہ یا گوہ دار قلم سے لکھنا (۸۳) قلم کا تراشہ ادھر ادھر ڈالی دینا کہ بیرون میں آئے (۸۴) مہمان کو حقارت سے دیکھنا اور اس کے آنے سے ناخوش ہونا (۸۵) بیت الخلا میں باتیں کرنا یا وہاں کسی دینی بات میں غور و تامل کرنا (۸۶) مردوں کو چھوٹا استنجہ کرتے وقت عام گزرگاہوں پر ٹپلنا اور باتیں کرنا (۸۷) بغیر بلائے دعوت میں جانا (۸۸) چار پائی پر دسترخوان وغیرہ رکھے بغیر کھانا کھانا

بقیہ۔۔۔ اسلامی صحافت

ایسی اشتہار بازی کر رہے ہیں اور دوسری طرف میڈیا کے مراکز ایسے ڈرامے دکھا رہے ہیں ان سے ہمارے تہذیبی اور اخلاقی ڈھانچے کی چولیس مل رہی ہیں۔ حیا سوزی اور اخلاق با نقی کے ایجنڈے پر عمل ہو رہا ہے۔ مغربی کلچر کو رواج دیا جا رہا ہے۔ نسوانیت کی روح اور اس کے جوہر کو مارا جا رہا ہے۔ ٹی وی پروگراموں کے ذریعہ باوقار لباس کی جگہ نیم عریانیٹ کو فروغ دینے کی ہم جاری ہے۔ دینی تعلیمات اور اخلاقی قدروں کی تنقید کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہماری دینی غیرت کو میڈیا مغربیت کے ڈوز دے دے کر سلا رہا ہے۔ میڈیا کے ایک گروہ نے (غیرت) کو ایک گالی بنا دیا ہے، جن کے ضمیر بیدار ہیں اور غیرت جاگی ہوئی ہے اور وہ اپنی زبان اور قلم کے ذریعے اس غیرت کا اظہار کرتے ہیں، ان پر (غیرت گروپ) کی بھی کسی جاتی ہے۔ اسلام کا بھی مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یہود اور نصاریٰ کی اسلام دشمنی رسول پاک ﷺ کے پاکیزہ دور سے تک نہ تھی۔ صلیبی جنگ اس دشمنی کی آگ کے وہ شعلے تھے جنہوں نے دو صدیوں تک بلاد اسلامیہ کا امن و سکون تباہ کیے رکھا۔ چند سال قبل یونیاہرز گینونا، پھر عراق اور افغانستان کی جنگیں، فلسطین میں اہل غزہ پر ٹوٹنے والی بجلیاں بلاد اسلام کے خرمین امن کو خستہ کر رہی ہیں، لیکن ہمارے مسلم حکمران عشرت کی چادر تانے سوتے ہیں۔

ہم نے میڈیا کے اصل وظائف اور فرائض کی طرف اشارے کیے ہیں، اس کے حامد اور محاسن کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ خوگر حمد کسی گھڑ کیے بنا چارہ نہیں کہ میڈیا کے دامن پر داغ بھی ہیں۔ قارئین کو میڈیا کے مالذ و ماعالیہ کے بارے میں خود فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہمیں صحیح سمت دکھانے کا ذمہ دار خود مست میں سفر کر رہا ہے۔



اسلامی آداب معاشرت

از: عبدالحفیظ معارفی

رزق حلال: حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پاک ہے، پاک چیزوں کو قبول کرتا ہے، اس نے مومنوں کو بھی اسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا حکم اپنے رسولوں کو دیا۔ چنانچہ فرمایا: اسے پیغمبر و پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ اور فرمایا: اسے ایمان والو! وہ پاک کھانے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دیے ہیں پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے۔ (حج کے لئے یا کسی اور عبادت کے لئے یا قبولیت دعا کی جگہ تلاش کرنے کے لئے) پر اگندہ اور غبار آلودہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے ”اے پروردگار! اے پروردگار! (مجھے یہ چیز دے، مجھے فلاں چیز دے) حالانکہ کھانا اس کا حرام، لباس اس کا حرام اور حرام ہی میں پران چڑھا۔ پھر کیونکر اس شخص کی دعا قبول کی جائے۔“

حضرت نعمان بن بشیر نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”حلال ظاہر اور حرام ظاہر۔ ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کی حقیقت سے بہت سے لوگ واقف ہیں جو شخص شے کی ان چیزوں سے بچا اس نے اپنا دین پاک کیا اور اپنی آبرو پاک رکھی اور جو شخص ان چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہوا اس کی کیفیت اس چرواہے کی سی ہے جو کھیت کی منڈیر کے پاس اپنے جانور چرائے اور ہر وقت اس کا خدشہ رہے کہ کوئی جانور کھیت میں ٹھس جائے۔ آگاہ ہو ہر بادشاہ کی ایک حد مقرر ہے اور خدا کی حد حرام چیزیں ہے خبردار ہو کر انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب تک یہ ٹھیک رہے سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور جب یہ خراب ہو جائے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ اور وہ ہے دل۔“

معاملات میں نرمی: حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص غلہ

فرمایا: ”تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کے پاس موت کا فرشتہ روح نکالنے آیا تو اس نے پوچھا تو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے یاد نہیں پڑتا (کہ میں نے کوئی نیک کام کیا ہو) فرشتے نے کہا ”یاد کرو سوچ“۔ اس نے جواب دیا ”کوئی بات یاد نہیں آتی۔“ جمیں لوگوں سے خرید و فروخت کا معاملہ کرتا تو احسان سے کام لیتا۔ تقاضا کرتے وقت خوشحال کو مہلت دے دیتا اور تنگ دست کو معاف کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے (اس عمل کی بدولت) جنت میں داخل کر دیا، مسلم کے الفاظ ہیں ”اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا بیان سن کر فرمایا“ میں تو اس سے زیادہ معاف کرنے کا حق رکھتا ہوں فرشتو! میرے بندے سے درگزر کرو۔“

گرائی کے خیال سے ذخیرہ اندوزی: حضرت عمر کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے (گرائی کے خیال سے) غلہ روکا وہ گناہگار ہے“ حضرت عمر کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”تا جبر کو (خدا کی جانب سے) رزق دیا جاتا ہے اور (گرائی کے خیال سے) غلہ روکنے اور بند رکھنے والا ملعون ہے۔“

حضرت انس کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں غلہ گراں ہو گیا تو لوگوں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ہمارے لئے نرخ مقرر فرما دیجیے“ یعنی تا جبروں کو کہہ دیجئے کہ اس نرخ پر غلہ بیچا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ ہی نرخ مقرر کرنے والا ہے، وہی گراں اور ارزاں کرنے والا ہے۔ میں تو صرف یہ امید رکھتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ سے اس حال میں ملوں کہ مجھ پر کسی کے خون یا مال کا مطالبہ نہ ہو۔“ حضرت عمر کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص غلہ

روک کر مسلمانوں کے ہاتھ گراں قیمت پر فروخت کرتا ہے خدا تعالیٰ اسے جدام اور افلاس میں مبتلا کر دے گا۔

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے غلہ چالیس دن (گرانی کے خیال سے) بند رکھا اور پھر اسے خیرات کر دیا تو کچھ ثواب نہ ملے گا۔“

تنگ دست مقررہ: حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کے باغ پر جس کے پھل اس نے خرید لیے تھے آفت نازل ہوئی اسے سخت نقصان ہوا اور وہ قرض دار ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ: ”اسے صدقہ دو اور اس کی مدد کرو۔“ لوگوں نے صدقہ دیا لیکن اس کی مقدار اتنی نہ تھی کہ قرض ادا ہو جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے قرض خواہ سے فرمایا: ”جو اس کے پاس ہے وہ لے لو اور بس تمہیں اتنا ہی ملے گا۔“

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ”ایک شخص لین دین کرتا تھا اس نے اپنے کارندوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب تم کسی تنگ دست کے پاس قرض وصول کرنے جاؤ تو اس سے درگزر کرو شاید خدا ہم سے درگزر فرمائے۔ چنانچہ جب وہ مر گیا تو خداوند تعالیٰ نے اس سے درگزر کر لیا اور اس کے گناہ معاف فرما دیے۔“

حضرت کعب بن مالک کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ابی حدرد سے مسجد میں اپنی رقم کا تھاغہ کیا۔ دونوں کی آواز بلند ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ نے گھر میں ان کی آواز سنی اور باہر آنے کا ارادہ فرمایا دروازے کا پردہ ہٹا کر کعب بن مالک کو مخاطب فرمایا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حاضر ہوں۔ آپ نے انگلی کا اشارہ سے فرمایا: ”آدھا قرض معاف کر دو۔“ کعب نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے معاف کر دیا۔ آپ نے ابن ابی حدرد سے فرمایا: ”جا اور باقی قرض ادا کرو۔“

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے قرض لے اور اس کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو تو خدا سے ادا کر دیتا ہے اور جو شخص اس نیت سے قرض لے کہ وہ اسے ادا کرے گا تو خدا اس کا مال خالص کر دیتا ہے۔

حضرت سلمیٰ بن اکوع کہتے ہیں ہم لوگ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا۔ صحابہ نے عرض کیا جنازے کی نماز پڑھ لیجئے۔ آپ نے پوچھا: اس پر قرض تو نہیں؟ صحابہ نے کہا نہیں۔ آپ نے نماز پڑھ لی پھر ایک اور جنازہ لایا گیا۔ آپ نے پوچھا: اس پر قرض ہے؟ کہا گیا ہاں۔ آپ نے فرمایا کچھ چھوڑ کر مرا ہے۔ جواب ملا تین دینار۔ آپ نے اس پر بھی نماز پڑھ لی پھر ایک اور جنازہ لایا گیا۔ آپ نے پوچھا: اس کا قرض ہے؟ عرض کیا تین دینار فرمایا کچھ چھوڑ کر مرا ہے؟ صحابہ نے فرمایا کچھ نہیں۔ فرمایا تم اپنے دوست پر نماز پڑھ لو۔ ابوقحادہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اس کی نماز پڑھ لیجئے قرض میں ادا کر دوں گا آپ نے اس پر نماز پڑھ لی۔

شرکت کے اصول: حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے میں دو شریکوں کے درمیان تیسرا ہوں (یعنی دو شریکوں کے ساتھ ہوں ان کے مال کی حفاظت اور مدد کے لئے) جب تک وہ ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کریں اور جب وہ خیانت اور بددیانتی کرنے لگتے ہیں تو میں ان سے جدا ہو جاتا ہوں ایک روایت ہے کہ شیطان ان میں شامل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے تجھے امین بنایا اس کی امانت ادا کرو، اور جو شخص تجھ سے خیانت کرے تو اس کے ساتھ خیانت نہ کر۔

صلہ رحمی: حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا: ”میرے حسن سلوک کے لئے کون شخص زیادہ مناسب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیری ماں اس نے عرض کیا پھر کون۔“ فرمایا: ”تیری ماں۔“ عرض کیا پھر کون۔ فرمایا: ”تیرا باپ۔“ ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا: تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیرا باپ، پھر تیرا قریبی عزیز، پھر تیرا قریبی عزیز۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: خاک آلود ہونا اس کی غبار آلود ہونا اس کی۔ (یعنی وہ ذلیل و خوار ہو) پوچھا گیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کس کی ناک؟ آپ نے فرمایا: ”اس شخص کی جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بوڑھا پایا (پھر ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔“

☆☆☆☆☆



عورت اسلام کی نظر میں

از: بنت محمد حسین

یہ اعتراض آج کوئی نیا اعتراض نہیں ہے کہ مذہب اسلام عورتوں کے حق میں بہت سخت ہے۔ اس نے عورتوں کے جذبات خیالات احساسات کا کوئی خیال نہیں رکھا۔ نسوانی مطالبات کو نظر انداز کر دیا ہے اور ایسے قیود پیش کیے جو صنف ناز کے لئے برداشت سے باہر ہیں آج اس ترقی کے دور میں جب کہ مرد ترقی کی شاہراہ پر بجلی کی طرح دوڑ رہے ہیں کیا وجہ ہے کہ عورتیں ان سے پیچھے ہیں۔ اور گھر کی چہار دیواری میں پابند آئین رہیں۔ چونکہ اسلام عورت کو بچی اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اسلئے عورتیں صدائے احتجاج بلند کریں اور اسلام کے قیود سے آزاد ہو کر یورپ کے اصول پر چل پڑیں۔

عورتوں پر اسلام کے احسان

عرب عورتوں کے وجود سے نفرت ہی نہیں کرتے تھے بلکہ جہاں اس پودے نے جنم لیا عرب اسے مسل دیا کرتے تھے۔ ان کی قومی غیرت اس کو برداشت نہیں کرتی تھی کہ کسی کے گھر کوئی بچی جنم لے۔ بچی کی اس پیدائش پر اگر ماں کی مانتا جوش پر آتی تو سال دو سال باپ کی نظروں سے چھپا کر اپنی تنہا پوری کر لیتی مگر اس کی عمر بھی تھوڑی ہی ہوتی۔ باپ کو جہاں خبر ہوئی لڑکی کو فوراً دور دراز ریگستان میں جا کر پیوند خاک کر آتا۔

ایک صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ایک مرتبہ ایک جلیل القدر صحابی زارو قطار رونے لگے۔ دائمی آنسوؤں سے تر ہونے لگے۔ سرکار نے دریافت فرمایا کہ خیر تو ہے آخر اس قدر کیوں روتے ہیں۔ صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ زمانہ جاہلیت کا واقعہ یاد آگیا اُسی پر اس وقت میرا دل بھڑ آیا اور بہ خود ہو کر رونے لگا۔ کہ اس دلسوز جرم کے بعد بھی ہماری بخشش کی امید ہے کہ نہیں۔ پوچھا وہ کہنے لگا کہ عرب کے دستور کے مطابق میں اپنی پیاری بچی کو لے جا رہا تھا۔ یہ بچی مجھے بہت ہی عزیز تھی اس لئے ماں نے عرصہ تک اس کو چھپا کر رکھا تھا۔ ایک روز شفقاً میں نے اُس کو دیکھ لیا۔ شفقت پداری جوش میں آئی میں نے اُس کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد بچی مجھ سے بے حد مانوس ہو گئی اور میں بھی اسے پیار کرنے لگا۔ مگر جیسے جیسے بچی بڑھ رہی تھی میرے قلب کی حرکت بھی بڑھ رہی تھی۔ کہ اگر جوان ہو گئی اور قبیلہ میں اس کی خبر پہنچی تو کیا ہوگا۔ میں نے قلب کو مضبوط کر لیا اور بچی کو گود میں لے کر

لیکن کیا یہ حقیقت ہے کیا اسلام واقعی عورت کو حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھتا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اسلام دنیا کے لئے پیار رحمت بن کر آیا ہے۔ اسلام ہی نے عربوں کی زندہ درگور لڑکیوں کو زندگی بخشی اسلام ہی نے یہودی ٹھکرائی ہوئی عورتوں کو آغوش رحمت میں جگہ دی۔ اسلام ہی نے مجوس کے عذاب سے اُن کو نجات دلائی۔ اسلام ہی نے عیسائیوں کی وحشت کاریوں سے اسکو پناہ دی۔ اسلام ہی نے ہندوؤں کی ستکاری ہوئی عورتوں کو عزت بخشی دیکھتے ہوئے کڑاہ میں کودنے سے روک لیا اور وراثت کا حقدار بنا دیا۔

دنیا کی مختلف تاریخیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد جہالت کی عورتیں انتہائی کس پرستی اور بد حالی میں مبتلا تھیں۔ یہ صرف مذہب اسلام تھا جس نے ان کو زندگی بخشی ان کے چہرہ کارنگ جیسے وحشیانہ حملوں کے سیلاب بہا لئے گیا تھے لوٹا دیا اور ان کو بعض اشرف میں شمار کیا۔ ان کی ہموائی کے لئے کمر بستہ ہوا۔ ان کی فریاد رسی کی اور ان کے حقوق نسوانے اور ہر قسم کی خانگی معاشرتی، سماجی مراعات کا مستحق

جانب بیابان مرگ چلا۔ راستہ میں اختلاج قلب بڑھتا گیا۔ بچی بار بار پوچھتی جاتی کہ ابا جان کہاں لیجا رہے ہو۔ اس وقت میری آنکھوں سے آنسو چلتے تھے اور میں خاموش ولی مسوس کر منزل مقصود کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ جب قبرستان پہنچ گیا تو قبر کھودنی شروع کی۔ نفی بچی پاس بیٹھی تھی۔ جیسے جیسے قبر کی مٹی ہمارے پائے پر لگتی بچی اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اسے جھاڑتی اور کہتی جاتی تھی۔ ابا جان آپ کے مٹی لگ رہی ہے صحابی فرماتے ہیں کہ قبرتیار ہے اور اب ہمت کر کے بچی کو اس میں اُس میں اتارنا چاہتا ہوں میرا بیٹا نہ، لبریز ہو چکا تھا۔ بچی چیخ کر رونے لگی اور کہنے لگی یا ابت ماذا افععل۔ ابا جان یہ کیا کر رہے ہیں وہ چیختی رہی پر میں نے ایک نہ سنی۔ اور جاہلیت کا ساتھ نہ چھوڑا۔ بچی کے ننھے سر پر بڑے بڑے چٹان ڈالنے لگا۔ بچی زبان حال سے اُس وقت اپنی ماں کو اس طرح پکار رہی تھی۔۔۔ آہ۔۔۔ شفقت و رحمت کی بیکر۔ اے میری خاطر مصیبت جھیلنے والی ماں تو نے مجھے اپنا خون پلا کر پالا ہے اے ساری رات تھکیاں دیکر اپنی نیند حرام کر نیوالی ماں تو نے مجھے کہاں چھوڑ دیا ہے اور اب تو کہاں ہے جبکہ اپنی چٹانوں سے میری کافدی پہلیاں زیر و زبر ہو رہی ہیں جسم سے خون کے فوارے جاری ہیں۔ ننھا سر چور چور ہو رہا ہے۔ آسمان و زمین میری حالت پر آنسو بہا رہے ہیں۔ یہ طویل صحرا شہر و حجر خاموش کھڑے انسان کشی کا درد ناک منظر دکھ رہے ہیں۔ آہ۔۔۔ اے ماں تو اس وقت ہوتی تو ضرور گود میں اٹھا لیتی اور میرے خون کے آنسو بھر آفیل سے پوچھتے۔ آہ میں انتہائی کرب و بلا میں مبتلا ہوں اور جھٹکو پکارتی ہوں۔ اگر تو سستی ہے تو آ۔ اور اپنی بیگناہ نازنین کا آخری دیدار کر لے۔ میں یہاں مرگ میں سسک۔ سسک کر دم توڑ رہی ہوں اگر تو نہیں آسکی تو میری تسلی کے لئے میرا یہ اضطراب ہی کافی ہے۔

صحابی فرماتے ہیں کہ آخر کار میں نے زندہ لڑکی کو دفن کر دیا اور گھر واپس چلا گیا۔

آنحضرت ﷺ یہ روح فرسا واقعہ سن کر آبدیدہ ہو گئے آپ ﷺ اس ظلم و بربریت، انسان کشی کو روکنے کیلئے اہل عرب کی اصلاحی فرمائی۔ چنانچہ آپ نے عرب کے مردہ احساس کو زندہ کیا۔ آپ نے فرمایا اے اعداء کے انسانیت آج تم بے زبان معصوم لوگوں کو زندہ درگور

کر دیتے ہو مگر ایک ایسا بھی دن آئیوا لا ہے کہ خداوند کی عدالت ہوگا۔ ظالم و مظلوم دونوں حاضر کیے جائیں گے۔ عدالت سوال کرے گا بانی ذنب قتل کے کیا معنی ہیں۔ مقتول قاتل کا دامن تھام کے یہ سوال کرے گا کہ کس گناہ میں تم نے اس کو مار ڈالا تھا۔ اس چیلنج کے بعد عرب دختر کشی سے باز آ گئے۔ یہ ہے اسلام کا اعجاز اس طرح اسلام نے عورتوں کے مردہ جسم میں روح پھونکی اور ان کی بیٹھکی کی زندگی بخشی کیا اسکے بعد بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کا کہیں خیال نہیں رکھا۔ اور عورتوں کے حق میں سخت ہے۔

بقیہ۔۔۔ معاشرے میں خرافات

کی کہ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ہمیں اپنی ماں سے محبت کرنے کا درس بھی مغرب سے ملے گا جو خود اپنے ماں باپ کو شاید سال میں ایک دن کا رڈ بھیج کر قادر ڈے اور مدر ڈے منانے کی کوشش کرتے ہیں یہ صرف ان کے لئے مناسب ہے کہ وہ قادر ڈے اور مدر ڈے منائیں مگر ہمارے یہاں تو ہمارے ماں باپ زندہ ہوں تو سال کے 365 دن کے 8760 گھنٹوں کے 525600 منٹوں کے 3153600 سیکنڈ اپنے ماں باپ کی قربت اور محبت کرنے کا موقع ملتا ہے مگر ہم نے ورپ اور مغرب کی تھلید میں ان موقعوں کا فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں بلکہ آج ہمارے یہاں یورپ اور مغرب کی تھلید میں اپنے ماں باپ کو بوجھ سمجھ کر اولاد ہاؤس قائم کرنے کی روایات قائم کر رہے ہیں جس ماں باپ کے بارے میں قرآن پاک میں بار بار آیا کہ جس نے ماں کو ناراض کیا اس نے خدا کو ناراض کیا بات ذرا دوسری طرف چلی گئی ذکر ہو رہا تھا رہائشی علاقوں میں ان اواروں کا جو کلیوں کے نام پر لگی گلی ملے ملے بے حیائی کا مرکز بنے ہوئے ہیں ان کو مایٹر کرنے کے لئے نہ صرف ان سوسائٹیوں کی انتظامیہ کا فرض ہے بلکہ کراچی کی انتظامیہ کا بھی فرض اور مجھے اور خصوصاً ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی کی انتظامیہ اس بات پر بھی شدید حیرانی ہوتی ہے کہ وہ اپنی حدود میں کسی گھر کے برابر نماز تراویح کے لئے ختم قرآن کی تقریب کے لئے یا سیرت طیبہ ﷺ کے کسی پروگرام کے لئے حتیٰ کہ کسی کے انتقال کی صورت میں گھر کے باہر یا کسی خالی پلاٹ کو بھی استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتی مگر ان جیسے قاتل اعتراض و خرافاتی پروگراموں کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

ایک مجاہد اسلام کی شجاعت

اور تدبیر کا عظیم کارنامہ

فتح طرابلس

از: محمد یونس قادری



آفتاب اپنے دن بھر کا سفر تمام کرنے کے بعد سیاہی کی چادروں میں روپوش ہو رہا تھا اور چالیس ہزار کی فوج مسلمانوں کی حضرت عبداللہ ابن سعید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک طویل اور جان کاہ سفر کرنے کے بعد طرابلس کی دیواروں کے نیچے خیمے ڈال چکی تھی۔ طرابلس بحیرہ روم پر واقع ایک بندرگاہ ہے جو اس زمانے میں اپنے عروج اور کثرت آبادی کی وجہ سے بام شہرت کے آخری ایام زینے پر قدم رکھ چکا تھا۔

جیسے ہی اہل عرب نے طرابلس کا محاصرہ کیا یونانیوں کی ایک فوج نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا۔ عربوں نے پہلے ہی حملے میں سب کو کھیر گزاری کی طرح کاٹ کر دریا کے کنارے ڈال دیا۔ محاصرہ میں اس وقت سنسنی پھیل گئی جبکہ افریقہ کے ایک مشہور بادشاہ (حبیب) گرگوری نے آکے عربوں کے سامنے اپنی مخلص قائم کیں۔ گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی دونوں طرف کی فوجیں بڑی جوانمردی کا ثبوت دے رہی تھیں۔ آفتاب کی تمازت تیز تر ہو گئی۔ اور دونوں طرف کی فوجیں سائے میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئیں۔

دوسرے دن بھر بڑے گھمسان کی جنگ ہوئی مگر آفتاب کی تمازت نے وقت مقررہ پر جیسے جنگ بندی کا اعلان کر دیا ہو۔ دونوں طرف کی فوجیں اپنے اپنے خیمہ میں چلی گئیں۔ الغرض کئی دنوں تک یہی ماحول رہا۔ مگر ایک دن مسلمانوں کو جنگ کا نقشہ ہی کچھ الٹا نظر آنے لگا جب افریقی فوج بڑی ہمت و جرأت کے ساتھ جان پر کھیلتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ کافروں میں یہ اشتہار دیا گیا کہ جو شخص مسلمانوں کے سردار کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو ایک ہزار اشرفیاں نقد دی جائیں گی اور اس دلفریب انعام کی امید نے افریقہ کے تمام نو جوانوں کے دلوں میں ایک نیا جوش پیدا کر دیا۔

افریقی جوانوں کے اس جوش کا رد عمل مسلمانوں پر ایسا ہوا کہ انہوں نے اپنے سپہ سالار حضرت عبداللہ ابن سعید کو میدان جنگ میں نہ آنے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح کی وحشت ناک خبریں جب مدینہ منورہ پہنچیں تو وہ مرد مجاہد اور ممتاز فخر عرب جو اس جنگ میں حضرت عبداللہ ابن سعید کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ مگر جس نے فتوحات مصر میں اپنی شجاعت اور جوانمردی کی مثال قائم کر دی تھی جس نے بائبل کی دیواروں کے سامنے سب سے پہلے اسلامی جھنڈا گاڑا تھا۔ وہ کون تھا؟ وہ زبیر عوام تھے۔ جو اس وحشت ناک خبر کو سنتے ہی جوش جہاد میں تڑپ اٹھے اور اپنے ساتھ بارہ مجاہدین کو لے کر یونانی لشکر گاہ کی طرف نکل پڑے۔ ان کا اپنا اسلامی بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کا یہ عالم تھا کہ جب تک میدان جنگ میں نہ پہنچ گئے۔ اپنے اوپر کھانا پینا سونا اور ہر طرح کا عیش و آرام حرام کر دیا۔ انتہائی بے چینی کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ جب میدان جنگ میں پہنچے تو چاروں طرف چلانے لگے۔ ہمارے سردار کہاں ہیں۔ کسی نے جواب دیا خیمے میں اس جواب کو سنتے ہی حضرت زبیر بولے۔ کیا اب مسلمانوں کے سپہ سالاروں کا کام خیمے میں بیٹھنا ہے۔ یہ آواز خود عبداللہ ابن سعید کے کان میں پہنچی۔ یہ سنتے ہی عبداللہ کا چہرہ خجالت سے زرد پڑ گیا۔ زبیر کے سامنے آئے (جر جر) گرگوری اور اس کی بیٹی کا واقعہ بیان کیا۔ زبیر نے کہا۔ کفار کے اس فریب کو کیوں نہ ان ہی پر الٹ دو۔ مسلمانوں سے پکار کر کہہ دو کہ جو شخص گرگوری کا سر کاٹ کر لائے گا سے انعام میں گرگوری کی بیٹی اور ایک لاکھ اشرفیاں دی جائیں گی۔ زبیر ابن عوام کی اس تدبیر نے سپہ سالار

عبداللہ کو اطمینان دلایا کہ خود ان کا بھی ذہن کھل گیا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک اور ہوشیاری کا کام کیا وہ یہ کہ جتنے لوگ مقابلہ پر تھے وہ مقابلہ پر ہی رہے۔ باقی جو خیموں میں تھے انہیں حکم دیا وہ ابھی یہوئہی محض بیٹھے رہیں۔ جب میدان کی فوج دیر تک مقابلہ کر چکے اور دشمن کو تھکا دے تو یکے بیکے گھیر کا شور بلند کرتی ہوئی نکل پڑیں فوج کو اس انتظام سے باخبر کر کے عبداللہ اور زبیر میدان میں نکلے اور میدان کا رزا گرم ہو گیا اور اس بار انتہائی گرمجوشی سے مقابلہ ہوا۔ بالآخر دونوں فوجیں میدان جنگ میں اپنے جوش و خروش کا مظاہرہ اور اپنی اپنی جوانمردی کے جوہر دکھا کر تھک گئیں اور اپنے اپنے فروردگاہ کی طرف واپس ہو گئیں۔

شدت گرانے اس قدر پریشان کر دیا تھا کہ جاتے ہی ہتھیار تو ہتھیار کپڑے تک بھی اتار کر پھینک دیے اور گھوڑوں کو بھی کھول دیا کہ دم بھر آرام کر لیں۔ خصوصاً گرگیوری کے فوجوں کو اب یقین ہو گیا تھا کہ اس وقت لڑائی نہ ہوگی۔ اور اس لئے بھی کہ شام ہو چکی تھی۔ جو آرام اور سونے کے لئے ہوتی ہے اچانک صدائے گھیر بلند ہوئی اور عربی خیموں نے یکے بیکے تازہ دم اور جان باز جوانوں کا ایک نیا لشکر آگیا دیا۔ افریقی اور یونانی تازہ دم اور پر جوش مسلمانوں کی صورت دیکھتے ہی حیرت میں پڑ گئے اور اس قدر مضطرب اور بدحواس ہو گئے کہ انہیں کچھ سمجھائی نہ دیتا ان کے خیال میں تائید نہیں تھی اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ گویا مسلمانوں کی مدد کیلئے آسمان سے فرشتے اور ان کی فوجیں اتر پڑیں ہیں۔ اور اہل اسلام کے دشمنوں کو ڈھونڈ رہی ہیں۔ غرضیکہ گرگیوری کے ساتھی حیرت و استعجاب میں ہی رہے اور مسلمانوں کی تازہ دم فوج بڑھ کر ان پر ہر طرف سے حملہ آور ہو گئی۔ جو عیسائی جس مقام پر تھا وہیں اسی طرح قتل کر دیا گیا کہ اسے مقابلہ کرنے یا اپنی حفاظت کرنے کی جرأت بھی نہ ہوتی اور سب عالم حیرت سے فدا کے گھاٹ اترتے چلے گئے۔

اہل عرب نے تھوڑی ہی عرصہ میں ہزار ہا یونانیوں کا صفایا کر دیا۔ خود گرگیوری کی موت کا تب تقدیر نے زبیر ابن عوام کے ہاتھوں لکھی تھی۔ چنانچہ دونوں جوان مردوں کا سامنا اٹھائے جنگ میں ہو گیا۔ حضرت زبیر کا حوصلہ پہلے ہی بڑھا ہوا تھا۔ اس کے خلاف گرگیوری اہل طرابلس اور یونانیوں کی باقماندہ فوج کو جب کہیں پناہ نہ ملی تو عربوں کے نیزوں سے بچنے کیلئے میدان جنگ ان کے سپرد کر دیا اور راہ فرار اختیار کر لی۔ اس لڑائی کا نتیجہ تو اس طرح ہوا مگر ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ گرگیوری کی بیٹی کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ جب قیدی اور یہ تمام سامان مدینہ منورہ میں پہنچے تو حسب فرمان امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، تمام اراکین اسلام اور مہاجرین و انصار مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ اس عظیم الشان مجمع میں زبیر ابن عوام کی جرأت مست شجاعت جو انمردی اور حکمت عملی کے کارناموں پر ایک طویل اور پر جوش خطبہ پڑھا گیا اور اسی مجمع میں حسب وعدہ انعام ایک لاکھ دینار اور اور گرگیوری کی بیٹی زبیر ابن عوام کی نذر کر دی گئی۔ زبیر ابن عوام نے اسے اپنی کنیز بنا کر رکھا اور آتی دنیا تک بتا دیا کہ جو مسلمانوں سے بدعہدی کے ساتھ پیش آئے گا۔ اس کے لئے خنجر اور اس کا سر رہے گا۔

بقیہ : ”دہی“

ہوتی ہے اور کھانسی و زکام بھی، وہی کوروم نمپر پھر اور فریج میں 7 روز سے زیادہ رکھنے سے اس کا ذائقہ خراب ہوتا ہے، کمربا جوڑوں میں درد ہو، نیند زیادہ آتی ہو کبھی کبھی بخار آ جائے تو لمبی پیٹے سے پرہیز کرنا چاہئے بلقی مزاج والے چھاپچھ کے ساتھ سوٹھ اور سیاہ مرج پھانک لیں گرمی میں وہی میں مصری ملا کر پینا اور بادی میں نمک ملا کر پینا مفید ہے۔ بیرونی اثرات: وہی یا چھاپچھ شد میں ملا کر چنبیل اور ایگزیمہ کے مریضوں کے لگانا مفید ہے۔ زبیر اکش حسن: ایک کپ وہی میں ایک کھانے کا پھیر اور شیا لین جوس اچھی طرح ملا کر چہرے، گردن اور ہاتھوں پر لگائیں 15 منٹ بعد کمرے یا نشو سے صاف کر کے دھولیں اگر بالوں میں خشکی ہو تو خالص وہی بالوں کی جڑوں میں خوب اچھی طرح سے 4 سے 5 منٹ تک مساج کر کے چند منٹ بعد سر دھولیں اس سے نہ صرف بالوں کی خشکی ختم ہوگی بلکہ بال نرم، ملائم اور چمکدار بھی ہو جاتے ہیں ہفتے میں ایک مرتبہ مساج ضرور کریں۔ دیہاتی خواتین 2، 3 دن چھاپچھ رکھنے کے بعد اس سے بالوں کو دھوتی ہیں جس سے بالوں کی میل اور خشکی دور ہوتی ہے اور بال ملائم اور مضبوط ہوتے ہیں۔

معاشرے میں خرافات کی ریل پیل



از : شیخ منظر عالم

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کوئی قوم پستی اور گمراہی کے طوفان میں گھر کر تاریکی کنوئیں میں گری ہے اس قوم پر سب سے پہلے ثقافت کے نام پر جڑیشن گیپ کے نام پر زہر گھولا جاتا ہے آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ اس بدقسمت قوم میں بھی کبھی ثقافت کے نام پر کبھی مختلف دینوں کے ناموں کو لیکر کبھی ترقی کے نام پر اس نوجوان نسل کے اندر ایسا زہر گھول دیا گیا ہے جس سے معاشرے میں خاندانوں کے شیرازے بکھر رہے ہیں۔ چھوٹے بڑے کی تمیز ختم ہو رہی ہے اور گزشتہ دس سالوں میں طلاق کی اوسط بھی انتہائی حد تک بڑھ چکی ہے۔ انیسویں صدی کے نام پر کوئی غیر نہیں کر رہا بلکہ سب غیروں کے اہلکار بن کر اپنے ہی ہاتھ پاؤں کاٹ رہے ہیں کبھی مدرٹے کے نام پر کبھی قادر ڈے کے نام پر کبھی ویلنٹائن ڈے کے نام پر کبھی ہسٹنٹ کے نام پر اس قوم کو اور خصوصاً نوجوان نسل کو جس نے ابھی اپنے معصوم بچپن سے نکل شعور کی آنکھ کھولی ہے۔ اس نسل میں زہر کا ایسا خطرناک انجیکشن لگا یا جا رہا ہے جبکہ المیہ یہ ہے کہ لگانے والے ہمارے الیکٹرانکس میڈیا پرنٹ میڈیا اور ہم بحیثیت قوم سب شامل ہیں اور اب تو بات اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ ہمارے رہائشی علاقوں میں کلیوں کے نام پر کٹیوٹوں، بنگلوں، بگٹری فلیٹوں میں ڈانس ٹائٹ، جمبولہ ٹائٹ اور ہسٹنٹ میلے کے نام پر خرافات کا مجمع لگایا جاتا ہے بلکہ اب تو چوری چھپے چھوٹے چھوٹے اپارٹمنٹس میں بھی ریڈ ایریا کے لوگ آباد ہو کر اپنا کاروبار چکا رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی میں بعض کلیوں میں ہسٹنٹ میلہ اور جمبولہ ٹائٹ کے نام سے ایسی خرافات کا عملی مظاہرہ کیا گیا کہ شرافت کا نپ انچی اور اس سے نہ صرف ان کلیوں کے اندر جو کچھ ہوا سو وہ ہوا مگر ان کلیوں کے آس پاس رہنے والوں کو نہ چاہتے

ہوئے بھی جس اذیت سے گزرنا پڑا وہ ان ہی کا دل جانتا ہے کہ ایک طرف اسپیکروں پر گانوں اور شور شرابے کا زور اور دوسری طرف آس پاس کی کلیوں کو پارکنگ کر کے ہلاک کر دیا گیا کہ کسی کو بھی کسی ایمر جنسی میں ٹکنا پڑے تو اس پر کیا بیتے گی۔ میرے ذہن میں بار بار ایک سوال ابھر رہا ہے کہ آخر وہ کونسی قومیں ہیں جن کے اشاروں پر ہم اپنی آنے والی نسلوں کو تباہ کر رہے ہیں۔ شاید آج کسی کو اس کا احساس نہیں مگر نجانے کیوں ہم اپنی نوجوان نسل کے ذہنوں کو ختم کر رہے ہیں حالانکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ ہم بحیثیت قوم اپنے یہاں ایسے پروگرام شروع کریں جس سے ہماری نوجوان نسل قیام پاکستان، تحریک پاکستان اور اپنی قومی روایات سے واقف ہوتی جبکہ کچھ عرصے پہلے ایک ٹی وی چینل کے میزبان نے کراچی کے چند ماڈل اسکولوں کے اولیول اور اے لیول کے طالب علموں سے پاکستان کا قومی ترانہ سناتے کو کہا تو میری آنکھیں اس وقت شرم سے جھک گئیں جب طالب علم قومی ترانے کی ایک یا دو لائیں بھی نہ سنا سکے۔ دوسری بات اگر ہمیں تقلید کرنی ہے تو کم از کم اپنے دشمنوں کی اچھی باتوں کی نقل ہی کر لیں مگر اس کے برعکس امن کے آشاؤں کا پرچم اٹھا کر ان کے ثقافتی تہذیبی حملوں کا اپنی نوجوان نسل کو شکار کرنے کا سلسلہ موقع دے رہے ہیں کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آج ہمارے لئے یہ فکر ہونا چاہئے کہ ہمیں اپنی نوجوان نسل اور آنے والی نسل کو اس بیرونی ثقافت کے نام پر پھیلانے جانے والی تباہی سے بچانے کی تدبیر کرنی ہوں گی اور اس کے لئے ہمیں بحیثیت قوم سب کو کردار ادا کرنا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اس کے ذمہ دار ہیں اور مجھے خود بھی کچھ عرصہ پہلے ایک ٹی وی چینل پر مدد کے پر بلایا گیا تو میں نے اپنی گفتگو اس طرح شروع (بقیہ صفحہ نمبر 28)



مو سم گرما کی خاص سوغات

دہی

از: شائستہ زریں

نبی کریم ﷺ کی مرغوب غذاؤں میں دودھ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے آپ ﷺ کو دودھ سے بنی اشیاء بھی مرغوب تھیں دودھ سے بنی اشیاء میں دہی اور دہی سے بنی اشیاء میں چھانچہ بہت اہمیت کی حامل ہے موکی تبدیلیوں کا اثر انسان کی روزمرہ کی خوراک اور غذا پر بھی ہوتا ہے اب جب کہ ہر جانب سے گرمی کی پکار سنائی دے رہی ہے تو دہی کا استعمال بھی بکثرت ہو رہا ہے غذائی و طبی لحاظ سے بھی دہی سودمند ثابت ہوتا ہے۔

پیداوار: حکیم محمد عثمان صحت کا انسائیکلو پیڈیا میں لکھتے ہیں دودھ حیوانات سے لے کر انسان تک کی غذا میں اہم کردار ادا کرتا ہے دودھ پر طرح طرح کے تجربے ہوئے اور ان تجربوں میں دودھ کو دہی کی شکل میں تبدیل کر کے انسانوں کیلئے اور زیادہ مفید بنا دیا ہے اس سے کریم اور مکھن بھی تیار ہوتا ہے دودھ سے دہی بنانے کا رواج 3 ہزار سال قبل مسیح میں شروع ہوا تاریخ بتاتی ہے کہ فراعنہ مصر کے دسترخوان پر دہی ایک عمدہ غذا کے طور پر رکھا جاتا تھا پھر ایران، روس، عرب، بلخانی ریاستوں اور متحدہ ہندوستان میں صدیوں سے دہی غذا کا اہم جز دور ہوتا آیا ہے۔ 1900 کے آغاز میں شمالی مشرقی امریکہ میں ترکی اور آرمینی دہی بناتے تھے 1940ء میں ”ڈاسن کالامو“ نے بروکس میں پہلے سے موجود فیکٹری خرید کر یورپ سے لائے ہوئے ماضن سے دہی بنائی ڈاکٹر خالد غزنوی ”طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس“ میں رقمطراز ہیں دہی کو انگریزی میں گبڑا ہوا دودھ کہتے ہیں پرانا طریقہ یہ ہے کہ دودھ میں تھوڑی سی دہی ملا کر اسے کچھ دیر ایک معتدل درجہ حرارت پر رکھتے ہیں دودھ جم کر دہی بن جاتا ہے جدید تحقیقات

سے معلوم ہوا کہ جراثیم کی ایک قسم Bacterium Balgaricum جب دودھ میں داخل ہوتی ہے تو اسے جما کر موجود نمکیات کی مقدار میں اضافہ کر دیتی ہے ان مشاہدات کی بنا پر ان جراثیم کا ایک خالص محلول تیار کیا جاتا ہے اور انکو دودھ کی مقدار کے مطابق برتن میں ڈال کر ہلاتے ہیں پھر ان برتنوں کو Incubator میں ایک خاص درجہ حرارت پر 4 گھنٹے رکھا جاتا ہے تو مکھن دہی تیار ہو جاتا ہے۔

غذائی اجزاء: دہی کے ایک کپ میں 170 بین الاقوامی یونٹ وٹامن 1، 1 ملی گرام وٹامن B1، 44 ملی گرام تھامین 2 ملی گرام نایاسین، مکھن نکالے ہوئے دودھ سے بنے ہوئے دہی کا تناسب ایک کپ دہی میں پروٹین 8 گرام، آئرن 0.1 ملی گرام، بیکٹیم 294 ملی گرام، فاسفورس 270 ملی گرام، پوٹاشیم 50 ملی گرام، سوڈیم 19 ملی گرام، حرارے 125 خالص دودھ سے بنے ایک کپ دہی میں پروٹین 7 گرام، بیکٹیم 272 ملی گرام، حرارے 150 ہیں۔

غذائی افادیت: دودھ کے مقابلے میں دہی میں دوگنی غذائیت ہوتی ہے اس سے خون بنتا ہے 1 پاؤنڈ دہی میں 1/2 سیر گوشت کی غذائیت ہوتی ہے احمد غلیل خان کے مطابق ”1900ء کے پہلے عشرے میں ایک سائنسدان ”ڈاکٹر ایلیا“ نے ایک رسالے ”طول حیات“ میں اپنا یہ مشاہدہ کیا ہے کہ بحیرہ روم کے طاس میں واقع ممالک اور خصوصاً بلغاریہ کے دارالحکومت سوفیا میں لوگوں کی عمریں اس لئے طویل ہیں کہ وہ دہی استعمال کرتے ہیں، بلغاریہ روزانہ 7 پونڈ دہی کھاتے ہیں دہی میں چکنائی اور حراروں کی مقدار بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن پروٹین کی مناسب مقدار موجود ہوتی ہے جو جسمانی خلیوں اور پٹھوں کی نشوونما

خون کے سرخ خلیوں کی تعمیر اور قوت مدافعت بڑھانے کا باعث ہے۔
اشنی یا نیوک ادویات استعمال کرنے والوں کے لئے دہی غذائی قوت
کی حامل ہے یوزھوں اور بچوں کے لئے دہی بہترین غذا ہے۔

طبی افادیت: دہی میں متعدد امراض کے خلاف مدافعت کی قوت و
اثر موجود ہے فرانس میں دہی کو ”حیات جاویداں“ کا نام دیا گیا ہے
دہی یا چھاچھ میں شہد ملا کر بطور غذا یرقان کے مریض کو کھلانا مفید ہے

دہی سے آنسو کا نظام درست رہتا ہے، دہی اور چھاچھ کی ترشی میں
تیزابیت برابر مقدار میں ہوتی ہے جو آنسو سے معرحت جراثیم دور
کر کے غذا کو قابل ہضم بناتی ہے اور اس میں تھوڑی مقدار میں موجود

الکحل اور کاربوئک ایسڈ گیس غذائی نالی کے اعصاب کو متحرک رکھتی
ہے۔ دہی اور چھاچھ کا کردار ایسے مٹین کا ہوتا ہے جس کے استعمال
سے فضلات انتڑیوں سے با آسانی نکل جاتے ہیں یونانی طب میں

چھاچھ، معدہ، جگر اور خون کی بیماریوں کی دوا میں معاون ہوتی
ہیں۔ گیس کے مریض دہی میں نمک اور کالی مرچ ملا کر استعمال کریں
، دائمی قبض کے مریض 6 ماشہ کشمش یا سفید ملا کر دہی استعمال کریں جن

افراد پر سردی کا اثر جلدی ہوتا ہے وہ دودھ میں 3 ماشے سے 6 ماشے
اورک یا پسلی ہوئی سوخنہ ملا کر کھائیں تو فائدہ ہوگا، اسہال کے مریضوں
کو دہی میں 3 ماشہ سیاہ زیرہ ملا کر کھانا چاہیے دہی کے استعمال سے با

وی دور ہوتی ہے دہی میں شکر ملا کر پینے سے زکام میں فائدہ ہوتا ہے۔
گائے کے دودھ کی دہی کا استعمال تپ دق، پرانی کھانسی، دمہ اور بوا
سیر میں مفید ہے اس سے پیچش اور سنگرتی کا خاتمہ بھی ہوتا ہے

بچوں کے اسہال، بخار اور اعصابی کمزوری، خون اور آنسو کے امرا
ض، دل کی عام بیماریوں میں دہی بطور غذا اور دوا مفید ہے اس کے
استعمال سے معدے اور آنسو کا ورم تحلیل ہو جاتا ہے روایت ہے کہ

چھاچھ میکر کو ایسے صاف کر دیتی ہے جیسے دھوئی کپڑے کو دھو کر نکھار دیتا
ہے۔ نصرت اشیر چپ کے مطابق ہر ایک خوردنی شے کو ہضم کرنے کے
لئے چاچھ نہایت فائدہ مند ہے۔ قدرتی طور پر واقع امراض ہے اس

لئے تمام دوائیوں سے افضل ہے۔
نظام ہضم: دہی میں پایا جانے والا پروٹین با آسانی ہضم ہو کر جربدن
بن جاتا ہے مکھن نکالی ہوئی کسی جس میں دہی سے ایک تہائی یا چوتھائی

پانی ڈالا گیا ہو کمزور ہائے والوں کیلئے مفید ہے۔ جس چھاچھ سے مکھن
نکال لیا جائے وہ ملکی اور زود ہضم ہوتی ہے اور جس چھاچھ میں سے
مکھن نہ نکالا جائے وہ دیر ہضم اور قلیل ہوتی ہے۔

استعمال: عام خیال یہی ہے کہ دہی میں پختائی بہت ہوتی ہے جب
کہ حقیقت یہ ہے کہ دہی میں موجود اجزاء وزن کم کرتے ہیں۔
دیہاتوں میں گرمی کی تپش اور پیاس کی شدت کم کرنے کے لئے

چھاچھ کی کسی میں نمک لگا کر پی جاتی ہے۔ بالخصوص دوپہر کے کھانے
کے بعد یہ کسانوں کا مرغوب مشروب ہے جبکہ شہری صبح ناشتہ دہی کھچے یا
لسی سے کرتے ہیں۔ امریکہ پر مارکیٹوں میں خالص دہی اور مختلف

ذائقوں اور پھلوں خام دہی بھی دستیاب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کو
لیشرول کم کرنے کے لئے کم پختائی اور بغیر پختائی کے دہی کی فرو
خت عام ہے امریکی محکمہ زراعت کے مطابق دہی کا بکثرت استعمال

عام ہے دنیا بھر میں بھیڑوں، بھینسوں، اونٹنیوں اور بکریوں کے دودھ
سے دہی تیار ہوتا ہے اب بازار سے فوری تیار ہونے والے دہی کا
پاؤڈر دستیاب ہیں جن میں دودھ ملا کر دہی کا فیک بنایا جاتا ہے۔ دہی

کے تیزابی مادے کی وجہ سے غصے پر قابو پایا جاسکتا ہے، گاجر، مولی،
چھندر، شمار، پیاز، دھنیا، پودینہ، کیلا، سیب، امرود کاٹ کر یا چھاچھ
میں ڈال کر ایک لذیذ ڈش بنائی جاسکتی ہے، چھاچھ اور مین ملا کر کڑھی

کا سالن تیار ہوتا ہے جو ایشیاء کی بہت مقبول ڈش ہے۔
مضرات و احتیاط: کمزور افراد کو دہی کی مقدار رفتہ رفتہ بڑھا کر
استعمال کرنی چاہئے بھینس کی دہی کی چھاچھ پختی، بلغم پیدا کرنے والی

لذیذ اور بھاری ہوتی ہے خون بھی خراب کرتی ہے اس لئے اس کے
استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے اور اگر کریں بھی تو اس میں سوخنہ، کالی
مرچ، پٹلی اور سیندھا نمک کا سفوف ڈال کر پینا چاہئے۔ اگر کسی موسم

میں کسی کے استعمال سے نقصان کا اندیشہ ہو تو ایک پاؤلسی میں 8 رتی
سیندھا نمک 8 رتی کالی مرچ زیرے کا سفوف ملا کر استعمال کریں
دہی ہمیشہ سردست جانور کے دودھ کا بنانا چاہئے۔ اس کے علاوہ

صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہئے دودھ دو بنے والا اور دہی بنانے
والا برتن صاف ہونا چاہئے۔ زیادہ کھانا دہی معرحت ہے اس کے
استعمال سے غذائی صلاحیت بھی ضائع (صفحہ نمبر 30)

کیا تعلیم یافتہ انسان ہی باشعور ہے؟

از: محمد سلمان اشرفی

تعلیم انسان کو شعور سے آگاہی کا پیا سبر ہوتی ہے اچھے برے کی تمیز آتی ہے ہمارا کون سا عمل ایسا ہے جو دوسروں کے لئے تکلیف کا باعث ہو اسے ترک کرنے کا بہتر سکھاتی ہے اپنی باشعور باتوں سے دوسروں میں زندگی کی ایک نئی امنگ جگانے کا باعث ہوتی ہے پڑھے لکھے اور ان پڑھ میں تمیز پیدا کرتی ہے ہمارا اس دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ بڑوں چھوٹوں کا احترام دنیا کے بارے میں معلومات کے حصول کا سبب بنتی ہے یہ سب ہمیں تعلیم ہی کی وجہ سے سمجھ آتا ہے کہ اگر کوئی اچھا کام ہے تو اسے اچھا کہنے کی وجہ سے سمجھ آتا ہے کہ اگر کوئی اچھا کام ہے تو اسے چھپا کہنے کی وجہ اور اسے کیوں اور کس لئے کرنا چاہئے اور اگر کوئی برا کام ہے تو اسے کیوں نہیں کرنا چاہئے کیوں ترک دینے میں ہماری بہتری ہے مگر۔۔۔ آج جو بات ہمیں سوچنی ہے وہ یہ ہے کہ کیا تعلیم کی اس تعریف میں اور ہمارے ذہن میں جو تعلیم حاصل کرنے کی تعریف یا مقصد ہے اس میں ہم آہنگی ہے؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں ہے؟ ہم اری تعلیم حاصل کرنے کے بارے میں محور سوچ کیا ہے اگر ہم یہ مضمون لیں گے تو ہمیں جا ب ملے گی؟ اگر نہیں ملے گی تو کیا فائدہ تعلیم حاصل کرنے کا دوست! تم یہ کون سا مضمون لے کر بیٹھ گئی ہو، بیٹھ گئے ہو اس میں کوئی اس کوپ نہیں، تعلیم حاصل کرنے کا فائدہ؟ بس جلدی جلدی تعلیم مکمل ہو جان چھوٹے میں تو جگ آگئی ہوں اب تک آگیا ہوں پڑھ پڑھ کے۔۔۔ مجھے 100 فیصد یقین نہیں تو 75 فیصد تو یقین ہے کہ قارئین ان تعلیمی سوچوں سے آشنا ہوں گے اور اس سے اتفاق کریں گے۔

ہماری اپنی یہ سوچ ہے اور پھر مورا الزام ٹھہراتے ہیں دوسروں کو، کہ اس کی وجہ سے میں پڑھ نہیں سکا، یہ یقینی بات ہے کہ جب ہماری سوچیں

منتشر ہوں گی تو ہم ان چند فیصد جو خوش قسمت لوگ تعلیم کے زیور سے مستفید ہوتے ہیں ان کی طرح صحیح طرح سے ہرگز نہیں پڑھ پائیں گے جبکہ ہمارے پاس کوئی سا بھی مضمون ہو، ہمیں اس کے بارے میں یہ باتیں ذہن میں رکھنی چاہئیں کہ ہمیں ہمارا منتخب کردہ مضمون پڑھانے والے کون ہیں؟ استاد تو جب ان کے لئے اس فیلڈ میں جگہ نکل آئی تو کیا ہماری بچی لگن اور محنت سے ہمیں بہتر جگہ نہیں ملے گی؟ اس لئے سب سے پہلے تو اپنے ذہن کو دوسروں کی باتوں سے نہیں اپنے مقصد پر لگانا چاہئے تاکہ ہم صرف بے دلی سے ڈگری کے حصول کے لئے تعلیم حاصل نہ کریں بلکہ اس معاشرہ کا ایک با اختیار یا عزت اور کامیاب پٹری بن کر اپنے وطن کا نام روشن کریں اب یہ ہمارا مقصد ہے اور ہمارے اپنے اوپر منحصر ہے کہ ہم ڈگری حاصل کرنا چاہتے ہیں یا ڈگری حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ شعور سے آگاہی بھی ہمارا مقصد حیات ہے؟

گلت سے کچھ تھوڑا آگے جائیں تو ہنزا نظر آتا ہے جہاں بے انتہا غربت ہے لیکن یہ شہر یورپین ممالک کے بعد سب سے زیادہ محفوظ ترین شہر ہے یہاں کے لوگ اپنے گھروں کو تلے نہیں لگا تے برنس مین لوگ راتوں کو اونچے اونچے پہاڑوں پر گزرتے ہوئے کبھی خوف محسوس نہیں کرتے کہ کوئی اس کا سرمایہ لوٹ لے گا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ ایک بار ایک شخص اپنی قیمتی گھڑی ایک رواں دواں روڈ پر گھما بیٹھا کافی دور جا کر جب انہیں خیال آیا تو انہوں نے واپس اسی سڑک پر آنے کا ارادہ کیا تو ہمراہ دوست کہتے ہیں کہ اب کوئی فائدہ نہیں اب تو آپ کی گھڑی کوئی لے کر چکا ہوگا کیونکہ کافی دیر ہو گئی ہے لیکن جب وہ شام کے وقت اسی سڑک پر آئے تو ان کی گھڑی

اپنی جگہ اپنی جگہ پڑی تھی کسی نے اس کو ہاتھ بھی نہ لگا یا تھا۔ سوچنے کی بات ہے کہ غریب شہری ہیں غیر تعلیم یافتہ ہیں، ان پڑھ جاہل لوگ رہتے ہیں لیکن لوگ اور ان کے اموال محفوظ ہیں۔ کیسے؟ جواب بہت آسان ہے کہ غیر تعلیم یافتہ غریب زدہ ہوتے ہوئے بھی باشعور ہیں زیادہ نہیں، چند سال بھی پیچھے چلے جائیں تو ہمیں یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ ہمارے بڑے بھی زیادہ پڑھے لکھے نہیں لیکن ان کی باتیں ہمارے لئے بہت زیادہ مفید اور حیران کن حد تک ہماری سوچ سے مشابہت رکھتی ہیں ہماری ہر غلط اور صحیح بات کو فوراً نتیجہ خیز انداز میں بیان کر کے ہمیں حیران کر رہے ہیں آج کے جدید دور میں ہمارے تمام ذرائع ہیں علم حاصل کرنے کے لئے استاد کتا ہیں کمپیوٹر کی وسیع دنیا انسائیکلو پیڈیا زب کچھ ہے لیکن ہم عمل میں بہت پیچھے ہیں پھر قانون کو توڑنے کے لئے چور دروازہ ہے باشعور لوگ ہی ڈھونڈتے ہیں پاکستان میں 34 فیصد لوگ پڑھے لکھے ہیں اور ان میں وہ لوگ شامل ہیں جو صرف خط لکھنا جانتے ہوں اور دستخط کر سکتے ہوں باقی لوگ جو غربت کی کیر سے بھی نیچے زندگی گزار رہے ہیں بنیادی سہولیات سے محروم ہیں وہ حکومت کے معاملات کی سوجھ بوجھ سے عاری ہیں اور بشكل اپنی ضروریات زندگی کے حصول کے لئے سرگرداں رہتے ہیں تو پھر ہمارے ری پڑھی لکھی حکومت میں پہلی بد نظمی پڑھی لکھی عوام کے سر دروئے نو جوانوں میں Short Cuts کی طرف بڑھتا ہوا رجحان کہیں اس بات کی عکاسی تو نہیں کہ ہم جتنا علم حاصل کر رہے ہیں اتنا ہی عمل سے دور جا رہے ہیں؟ حالات و واقعات کا مشاہدہ اس بات کو کس حد تک صحیح مانتے ہیں اس کا جواب میں آپ پر چھوڑتی ہوں۔

تعلیم تو ہمیں سکھاتی ہے کہ دوسروں کا احترام کیا جائے لیکن جب طبقا قی تقسیم کو درمیان میں لے آیا جائے امیر و غریب کے درمیان ایک اونچی دیوار کھڑی کر دی جائے یہ باور کرایا جائے کہ دوسروں کو گرا کر ہمیں آگے بڑھنا چاہئے اس میں کوئی برائی تو نہیں تو بڑے چھوٹے کی تمیز ادب و احترام میں باتیں ”غیرا“ ہے اور دقیانوسی محسوس ہوتی ہیں تعلیم یافتہ لوگ ہی اپنے عہدے اپنے کو درمیان میں لا کر ہر جائز و ناجائز کام کرواتے ہیں جس کی مثال ایک گورنر صاحب نے خود دی کہ جب ایک گورنر صاحب اپنے کسی وڈیرے جاگیردار دوست کو ایک

اعلیٰ عہدہ دلوانے کے لئے تنگ و دو کر رہے تھے لیکن ان کے دوست جب مرحلہ وار سٹیٹ میں قفل ہو گئے اور انچارج نے کہا کہ آپ اس عہدے کے لئے موزوں نہیں ہیں تو وہی معزز گورنر صاحب درمیان میں آئے اور اپنے وسیع اثر و رسوخ کے تحت Rejected شخص کو Selected بنانے کا عملی ثبوت پیش کیا اسی طرح ایک نامی گرامی ڈاکٹر صاحب کا بیٹا جب انٹر میں قفل ہو گیا تو انہوں نے اپنے لیے با تھوں کے ذریعے اس لڑکے کو C.ss کے ٹاپ ہولڈر طالب علموں میں شامل کر کے باہر بھجوا دیا ملک کی خدمت کے لئے۔ ان حالات کے پس منظر حقائق کو جاننے کے بعد کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم یافتہ انسان بھی باشعور انسانوں کی Category میں شامل ہوتا ہے۔ اور ان پڑھ انسان شعور سے عاری ہوتا ہے؟ ہمیں صرف علم کو عمل میں ڈھالنے کی ضرورت ہے شاید کہ ہمارا عمل کسی دوسرے کے لئے مثبت Turning بن جائے اگر ہم ان چند فیصد خوش قسمت افراد کی فہرست میں شامل ہوئی گئے ہیں کہ جن کا نام تعلیم یافتہ افراد کی فہرست میں لیا جاتا ہے تو ہمیں تعلیم کو عمل میں روندتے ہوئے بہت با شعور تعلیم یافتہ شہری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا اور ملک و قوم کا نام روشن کرنا چاہئے پڑھے لکھے جاہل ہونے کا ثبوت کبھی نہیں دیتے ہوئے اپنے مثبت عمل کے ذریعے اچھے کاموں کو فروغ دینا چاہیے اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

علمی مذاکرہ

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

ہر اتوار بعد نماز ظہر

بمقام

مسجد حبیب

عقب لیاقت نیشنل لائبریری،

مقبول آباد، کراچی۔

خون کی پیاس کب بجھے گی؟

از: ڈاکٹر صفدر محمود

خدا جانے اس دھرتی کا سینہ کب ٹھنڈا ہوگا، اس کی پیاس کب بجھے گی؟ گزشتہ ایک دہائی سے یہاں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں، ماؤں کی گودیں اجڑ رہی ہیں، خاندان تباہ ہو رہے ہیں، لیکن یہ سلسلہ بند ہونے کا نام نہیں لیتا۔ برصغیر ایک موبہ امید کے ساتھ طلوع ہوتی ہے اور ہر رات آنسوؤں میں بھیگ جاتی ہے۔ ایک دہائی سے یہ جنگ جاری ہے لیکن اس کے باوجود قوم اس حوالے سے خانوں میں بنی ہوئی ہے۔ کوئی اسے بے چہرہ جنگ، کوئی اسے امریکہ کی جنگ اور کوئی اسے پاکستان کی جنگ کہتا ہے لیکن پاکستانی قوم بحیثیت قوم کسی ایک نقطے پر متفق نہیں۔ داخلی اور اندرونی بحیثیت قوم کسی ایک نقطے پر متفق نہیں۔ داخلی اور اندرونی جنگ کا یہی خاصا ہوتا ہے۔ کسی دشمن ملک کی جانب سے یلغار کی جائے تو دشمن کا چہرہ عیاں ہوتا ہے لیکن ملک کے اندر جنم لینے والی جنگ اور باطن سے چلنے والی گولیاں قوم کو بھی تقسیم کر دیتی ہیں اور دشمن کا چہرہ کئی حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ دہشت گرد ہمارے اندر سے لقب لگا رہے ہیں، وہ ملک کو کمزور کر چکے ہیں، پانچ ہزار سیکورٹی اہلکار اور تقریباً تیس ہزار سولیلین اس جنگ کے شعلوں میں شہید ہو چکے ہیں، ہر پاکستانی عدم تحفظ اور خوف میں مبتلا ہے، معیشت کا بیڑا غرق ہو چکا ہے۔ اور ساری دنیا ہر پاکستانی کو دہشت گرد سمجھنے لگی ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے ملک کے اندر ایسے طبقے بھی موجود ہیں جو دہشت گردوں کی حمایت کرتے ہیں، انہیں رقوم اور اسلحہ بھجھ پھرتے ہیں، جب دہشت گرد شہروں میں واردات کرنے کیلئے آتے ہیں تو یہ لوگ انہیں پناہ دیتے ہیں، دہشت گرد ہمارا خون کرنے کے بعد گولی کا نشانہ بنتے ہیں تو یہ لوگ انہیں شہید کہتے ہیں جبکہ قرآن حکیم کا فیصلہ بڑا واضح ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا منقسم قوم، ذاتی طور پر بنی ہوئی قوم اتنے خطرناک دشمن سے نپٹ سکتی ہے۔ جو ہمارے اندر موجود ہے؟ دہشت گرد کس دیدہ دلیری اور بے

رجی سے ملک و قوم کو تباہ کرنے پر تے ہوئے ہیں، ان کے انتقام کی آگ ہر روز تیز سے تیز تر ہو رہی ہے اور ہمارے اندر ایسی جماعتیں اور ایسے گروہ بھی موجود ہیں جو ان دہشت گردوں سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور اسے امریکہ کے خلاف جہاد سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف عداوتی نظام ہے کہ آج تک کسی دہشت گرد کو سزا نہیں ہوئی۔ امریکہ ایبٹ آباد میں آپریشن کر کے چلا گیا، اسامہ کی موت کی خبر خود امریکی صدر نے یوں دی جیسے انہوں نے اپنے سب سے بڑے دشمن پر فتح پالی ہو اور پھر اسامہ کے قتل پر امریکہ میں جشن منائے گئے لیکن خدا کی پناہ اس کی سزا ہمیں مل رہی ہے۔ اسامہ کو مارا امریکیوں نے لیکن اس کا انتقام لیا گیا فرنیئر کانسلیر کی کے ان جوانوں سے جو تربیت حاصل کرنے کے بعد وردی پہننے اور فرائض سرانجام دینے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ان دہشت گردوں کی آتش انتقام کوئی ایک سو کے لگ بھگ نو جوانوں کا خون کرنے کے بعد بھی ٹھنڈی نہ ہوئی اور وہ ادھر ادھر چلتے قافلوں اور سیکورٹی ایجنسیوں کی چوکیوں پر حملے کر کے اسامہ کا بدلہ لیتے رہے جسے پاکستان کی سرزمین نے پانچ سال سے پناہ دی اور جسے پناہ دینے کی سزا عالمی غصے اور امریکی انتقام کی صورت میں ہمیں مل رہی ہے۔ پاکستان کو یوں کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا ہے۔ جیسے پاکستانی صدر سے لے کر عام شہری تک بھی مجرم ہوں۔ غور کیجئے تو محسوس ہوگا کہ ان دہشت گردوں اور پاکستانی طالبان کے طفیل پاکستان جبر، ظلم اور انتقام کی پچی کے دو پانوں کے درمیان پس رہا ہے اور طالبان پاکستانیوں کا خون بہا رہے ہیں تو دوسری طرف امریکی صدر بار بار اسامہ جیسا آپریشن کرنے کی دھمکیاں دے رہا ہے اور تیسری طرف امریکی سینٹروں کی ایک مؤثر لابی نہ صرف پاکستانی امداد پر قدغن لگانے کا مطالبہ کر رہی ہے بلکہ بعض حضرات تو پاکستان سے تعلقات منقطع کرنے کی خواہش کا اظہار بھی کر رہے ہیں۔ اس

صورتحال نے ہمارے دیرینہ دشمنوں کو پس پردہ رہ کر تاریں ہلانے کا موقع دے دیا ہے۔ میری اطلاع کے مطابق امریکہ میں بھارتی لابی پاکستان کے خلاف متحد ہو کر کام کر رہی ہے اور اپنا اثر و رسوخ بروئے کار لارہی ہے جبکہ پاکستانی لابی شدید مخالفت کے سبب مدافعت کے جال میں پھنس چکی ہے۔ سارے جہاں میں شور مچا ہے کہ پاکستان دہشت گردی کا مرکز بن چکا ہے جبکہ پاکستانی قوم ابھی تک اپنے دشمن کو کبھی نہیں پہچانتی۔ دشمن شہروں میں دندناتا پھرتا اور کٹلے عام خون بہاتا پھرتا ہے لیکن ہمیں ابھی تک یہ بھی علم نہیں ہو سکا کہ یہ جنگ کس کی ہے کون کس کا خون بہا رہا ہے؟ کون جی ایچ کیو اور پینڈی سے لے کر کراچی میں تو اترے نیوی کی بسوں پر حملے کر رہا یا اور کون آج رات کی تاریکی میں چھپ کر پی این ایس مہران میں ٹھس گیا ہے۔ ہماری نااہلی اور کوتاہیوں کا یہ عالم ہے کہ کراچی میں مسلسل دو صبحوں کا آغاز نیوی کی بسوں پر حملوں سے ہوا لیکن اس کے باوجود ہم خطرے کو نہ بھانپ سکے اور نیوی کی املاک کی سیکورٹی کیلئے فول پروف انتظامات نہ کر سکے۔ دشمن کراچی کے گلی کوچوں میں موجود تھا اس نے ہمارے ہی گھروں میں پناہ لے رکھی تھی وہ کئی روز سے اس علاقے کی رکی کر رہا تھا اور حملے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا لیکن نہ تو ہماری انٹیلی جنس ایجنسیوں کو خبر ہوئی اور نہ ہی ہماری سیکورٹی اتنی مضبوط و منظم تھی کہ اچانک حملے کو روک سکتی۔ سچی بات یہ ہے کہ ایسی خبریں سن کر لوگ صدمے اور ہمت کے بت بن گئے ہیں۔ جب تک ان کے جسم کے کسی حصے پر وار نہ ہو وہ صدمے برداشت کرنے کے عادی ہو گئے ہیں اور بے حسی کی تصویر بنے اور غم میں دو بے ایک دوسرے سے پوچھتے رہتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ہمیں کس گناہ کی سزا مل رہی ہے؟ کبھی غور کیا آپ نے کہ اس دھرتی کو خون سے پیاس بجھانے کی عادت پڑ گئی ہے۔ پیاس پانی سے تو بجھ جاتی ہے لیکن خون سے کبھی نہیں بجھتی بلکہ دو آتھ ہوتی چلی جاتی ہے۔ کوسید کے قریب خروٹ آباد میں چھ معصوم کسٹن باشندوں کے قتل عام نے مجھے رُلا رلا دیا میں دوراتوں سے چین کی نیند سو نہ سکا۔ وہ مسلمان تھے کہ انہوں نے خروٹ آباد کی مسجد میں نماز ادا کی، وہ غریب تھے کہ ان کی بے سروسامانیکی داستان پتھر دلوں سے بھی آنسوؤں کے چشمے رواں کر دیتی ہے، چھ افراد پر مشتمل کنبے کی خاتون نے پولیس اہلکاروں کی

دست درازی سے بچنے کیلئے دوڑ لگائی تو ایف سی اور پولیس نے نشانے باندھ باندھ کر ان معصوم جانوں کا خون بہا دیا، وہ فریادیں کرتے اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر زندگی کی بھیک مانگتے رہے لیکن ہمارے اہلکار تھے کہ ان کیلئے چاند ماری کا یہ سنہری موقع تھا۔ میں ٹی وی سکرین پر اس منظر کو دیکھ کر سوچتا رہا کہ نہ جانے اس دھرتی کی پیاس کب بجھے گی؟ نہ جانے یہ کس گناہ کی سزا ہے کہ ساری قوم انتقام اور ظلم کی چکی میں پس رہی ہے۔ خون کی آندھی ہے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ ہر روز اخبارات اغوا برائے تادان، قتل و غارت، بچوں سے زبردستی اور قتل، گھروں پر ڈاکے اور پولیس کے جعلی مقابلے جیسی خونی خبروں سے بھرے ہوتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے ہماری انتظامیہ، حکومتی مشینری اور قانون ناکا ہو چکے ہیں اور ہم اتار کی، لاقانونیت، بے انصافی اور جبر و زیادتی کے جنگل میں سانس لے رہے ہیں۔ ایسے میں ہر محبت الوطن کو ایک ہی خیال اور ایک احساس جذباتی و ذہنی سہارا دیتا ہے کہ اگر چہ سول انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والے ناکام ہو کر ظلم و زیادتی کا حصہ بن چکے ہیں اور اب ان اداروں کو موثر بنانا معجزے سے کم نہیں تاہم ہماری فوج منظم، تابع ڈسپلن اور مضبوط ہے لیکن کیا عرض کروں کہ جب لوگ دہشت گردوں کو معصوم شہریوں کا خوب بہاتے، حکومتی اداروں اور املاک کو تباہ کرتے دیکھتے ہیں تو وہ سوچتے ہیں کہ ہماری فوج کہاں ہے آخر وہ ہمیں اس داغی دشمن سے تحفظ کیوں نہیں دیتی؟ اگر دشمن سرحدوں کے تحفظ کے نام پر اسے کھلی چھٹی دے دی گئی؟ یہ دشمن وہ نہیں جس سے پولیس اور ایف سی جیسے ادارے نیٹ سکیں یہ دشمن تربیت یافتہ اور خطرناک اسلحے سے لیس ہے۔ اس دشمن کی پناہ گاہیں ملک کے اندر موجود ہیں جہاں سے وہ بے دھڑک سفر کر کے کراچی تک پہنچ جاتا ہے اور ہر رات کے بعد بیابانگ دہل ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ قوم خوف و دہشت کے ہاتھوں میں ریغال بن چکی ہے۔ آخر اسے اس کیفیت سے کون نکالے گا؟ یہ غیر معمولی ایمر جنسی کی صورتحال ہے اور تقاضا کرتی ہے کہ سارے ملک میں آپریشن کر کے سر زمین پاک کو دہشت گردوں سے صاف کیا جائے۔ بھلا مجھے بتائیے کہ ایسا آپریشن کرنے کی اہلیت اور صلاحیت کس میں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

منکرین ختم نبوت کیخلاف امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو جہاد کیا وہ قیامت تک جاری رہے گا۔

حکمران صرف اپنی کرسی بچانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں ان کو چاہیے کہ اللہ پر یقین کریں اور امریکہ کو نجات دہندہ نہ سمجھیں ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی میں سیدنا صدیق اکبر ؓ کا نفرنس کے بڑے اجتماع سے علامہ سید ریاض حسین شاہ کا خطاب

کراچی۔۔۔ جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی جنرل سیکرٹری علامہ سید ریاض حسین شاہ نے کہا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی شخصیت حضور نبی کریم ﷺ کی بے شمار صفات اور خصلتوں کا مظہر تھی اسی لئے خلیفہ اول امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر ؓ کو تمام صحابہ کرام میں نمایاں انفرادیت حاصل تھی۔ انہوں نے کہا کہ امیر المومنین سیدنا حضرت ابو بکر ؓ نے کسی مصلحت پسندی کے بغیر منکرین ختم نبوت، منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا اور فتنوں کا خاتمہ کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے منکرین کیخلاف امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو جہاد شروع کیا وہ قیامت تک جاری رہے گا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی میں سیدنا صدیق اکبر ؓ کا نفرنس بڑے اجتماع سے خطاب میں کیا۔ علامہ سید ریاض حسین شاہ نے کہا کہ آج مسلم حکمرانوں کی کمزوریوں، انتشار، واختلاف اور اسلام کے رہنما اصولوں سے انحراف کی وجہ سے پوری دنیا میں مسلمانوں پر ظلم و ستم کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خلفاء راشدین کی سیرت و کردار کو رہنمائے منزل بنا کر ہی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کو بحال کیا جاسکتا ہے۔ علامہ سید ریاض حسین شاہ نے کہا کہ اسلام کا نظام خلافت جمہوریت، آزادی، حق و انصاف، عدل و مساوات کا مظہر ہے۔ جب کہ مغربی طاغوتی نظام آمریت، بادشاہت، ملوکیت پر قائم ہے۔ انہوں نے کہا کہ

حضرت ابو بکر صدیق نے قلیل وسائل اور نامساعد حالات کے باوجود دور خلافت میں اسلام کی ترویج و شاعت بھرپور طریقے سے جاری رہی۔ انہوں نے کہا کہ خلفاء راشدین کے دور میں مملکت کا نظام احکام شریعت کے مطابق انجام دیا جاتا تھا اور خلفائے راشدین امور خلافت کسی پروٹوکول کے بغیر انجام دیتے تھے۔ علامہ سید ریاض حسین شاہ نے مزید کہا کہ مسلمانوں کے خلاف یہود و نصاریٰ کی سازشیں صرف منافقت کی ہی وجہ سے کامیاب ہوئی ہیں مسلمان جب بھی متحد ہوئے دنیا میں اسلام کو حکمرانی ملی اور مسلمان سرخرو رہے لیکن موجودہ دور کا المیہ یہ ہے کہ ہمارے حکمران صرف اپنی شہنشاہت اور کرسی بچانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ آج پوری دنیا میں مسلمان پریشانی اور بد حالی کا شکار ہیں۔ علامہ سید ریاض حسین شاہ نے کہا کہ پاکستان کی بقا اور سلامتی صرف اور صرف نظام مصطفیٰ کے عملی نفاذ اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ میں مضمر ہے حکمرانوں کو چاہیے کہ اللہ پر یقین کریں اور امریکہ کو نجات دہندہ نہ سمجھیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان ایک ایسی پاور ہے امت مسلمہ کو پاکستان کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہئے ورنہ ہماری داستان بھی نہ ہوگی داستانوں میں اور ہم روز محشر نبی کریم ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔

www.ala-hazrat.org

حکمرانی اللہ کی امانت ہے اور وہ حق و عدل پر مساوات پر پا کر گرنے کا نام ہے۔۔۔ علامہ شاہ تراب الحق قادری

ہمارے صدر، گورنر کوئی جرم کر لیں تو ان کی FIR نہیں کٹتی کوئی عدالت طلب نہیں کر سکتی

ان کا استثناء نظام عدل اور قانون کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔

حکمران عوام کی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت نہیں کر سکتے انہیں حکومت کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ اجتماع سے خطاب

کراچی۔۔۔ جماعت اہلسنت پاکستان کراچی کے امیر علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نے کہا کہ قانون مصطفیٰ ﷺ عدل، انصاف و مساوات کا سرچشمہ ہے، حکمرانی اللہ کی امانت ہے اور روئے زمین پر مساوات برپا کرنے کا نام ہے، سربراہ مملکت قانون کا پابند ہے اسلام میں کسی کو بھی عہدے اور منصب کی بناء پر استثناء حاصل نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ ہمارے حکمران خلفائے راشدین کے دور حکومت کا مطالعہ کریں انہیں معلوم ہو گا عدل اور مساوات کسے کہتے ہیں، ہمارے صدر، گورنر کوئی جرم کر لیں تو ان کی FIR نہیں کٹتی کوئی عدالت طلب نہیں کر سکتی ان کا استثناء نظام عدل اور قانون کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ موجودہ حکومت کی بے حسی انتہائی شرمناک ہے، جو عدل و مساوات اور انصاف فراہم کرنے میں مکمل ناکام ہیں، جو حکمران عوام کی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت نہیں کر سکتے انہیں حکومت کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے مہین مسجد مصلح الدین گارڈن میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نے مزید کہا کہ، نظام مصطفیٰ ﷺ کے حکمران کا معیار یہ ہے کہ 22 لاکھ مربع میل کے سربراہ مملکت، امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”نہر کے کنارے کوئی کتابیا سا مر گیا تو عمر کو یہ فکر ہے کہ کل اللہ تعالیٰ قیامت میں مجھ سے پوچھے گا کہ عمر تیری حکومت میں کتابیا سا کیسے مر گیا“ انہوں نے کہا کہ مقام غیرت ہے ہمارے حکمرانوں کے لئے عوام مہنگائی، غربت، بھوک، افلاس کے باعث خود کشیاں کر رہے ہیں۔ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نے کہا کہ اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ 22 لاکھ مربع میل کے حاکم امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق کو ایک بدو کی شکایت پر عدالت نے طلب کیا جب حضرت عمر فاروق عدالت پہنچتے ہیں تو ان کا عدالت میں کھڑے ہو کر استقبال کرنے والا قاضی صرف کھڑے ہونے کی بناء پر نا اہل ہو جاتا ہے یہ اسلام کا معیار ہے کہ انصاف عہدے اور منصب کی بنیاد پر نہیں دیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکمران اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کی پیروی کریں، عیش و عشرت کو ترک کریں، تمام کرپٹ، بد عنوان وزیروں، مشیروں، افسران کو ان کے عہدوں سے ہٹایا جائے، سفارش کلچر کو ختم کیا جائے عہدے اہلیت کی بنیاد پر دیانت دار افراد کو دیئے جائیں، حکمران عدل کے تقاضوں کو پورا کریں قانون کی بالادستی قائم کریں اور سپریم کورٹ کے فیصلوں پر فوری عمل درآمد کریں۔

مفکر اسلام حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی

کی ایمان افروز اور روح پرور مطبوعات

ایمانیات، عبادات، معاملات، مہلکات اور منجیات پر
مشمول چھ سو روح پرور احادیث مبارک کا حسین گلدستہ

ضیاء الحدیث

خواتین کے دینی مسائل سے ناواقفیت کے پیش نظر
ضروری دینی مسائل پر مشتمل مفید کتاب

خواتین و دینی مسائل

ذات و صفات باری تعالیٰ نبوت و رسالت
اور آخرت ست تعلق اسلامی عقائد کا مجموعہ

اسلامی عقائد

وضو غسل اور نماز کے تقریباً تمام مسائل
پر عام فہم انداز میں لکھی گئی بہترین کتاب

کتاب الصلوٰۃ

قضاے عمری ادا کرنے کا آسان طریقہ

نماز ارکان اسلام میں سے ایک بہت ہی اہم رکن ہے اور یہ بہت ہی اہم عبادت ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور احادیث مبارکہ میں بھی اس کے ادا کرنے کی سخت تاکید آئی ہے اگر کسی عذر شرعی یا اپنی کوتاہی کی وجہ سے نماز قضا کر دیں تو ان کو جلد از جلد ادا کرنا چاہئے اس لئے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں باز پرس ہوگی اور پہلے اسی سے متعلق حساب و کتاب ہوگا۔

قضا ہر روز کی صرف بیس رکعتوں کی ہے۔ دو فرض فجر، چار فرض ظہر، چار فرض عصر، تین فرض مغرب، چار فرض عشاء کے اور تین وتر۔ ان کی نیت اس طرح کریں کہ نیت کی میں نے پہلی فجر کی جو مجھ سے قضا ہوئی اس طرح ظہر میں پہلی ظہر جو میرے ذمہ باقی ہے اس طرح ہر نماز میں نیت کریں قضا نمازوں کی کثرت کے پیش نظر شریعت مطہرہ میں ایسے شخص کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ رکوع و سجدے میں تین تین بار تسبیح پڑھنے کے بجائے صرف ایک مرتبہ رکوع و سجدے کی تسبیح پڑھنے پر اکتفاء کرے دوسری تخفیف زیادہ قضا والوں کے لئے یہ بھی ہے کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بجائے تین بار **سُبْحَانَ اللَّهِ** پڑھ کر رکوع کرے تیسری آسانی یہ ہے کہ آخری التیات کے بعد دونوں درود ابراہیمی اور دعا کی جگہ **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ** پڑھ کر سلام پھیر دیں چوتھی صورت آسانی کی یہ ہے کہ وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ ایک مرتبہ **اللہ اکبر** کہہ کر تین بار **رَبِّ اغْفِرْ لِي** کہے۔

اوقات مکروہ میں نماز و سجدہ تلاوت ادا نہیں کیے جاسکتے۔ مکروہ اوقات تین ہیں۔ طلوع آفتاب،

نصف النہار اور غروب آفتاب (فتاویٰ رضویہ)



لاہور بینار پاکستان میں سنی اتحاد کونسل کی اسٹیج کام پاکستان سنی کانفرنس سے صاحبزادہ حاجی فضل کریم، پیر مظہر سعید شاہ کاظمی، پیر سید ریاض حسین شاہ، حاجی حنیف طیب خطاب کر رہے ہیں۔



جماعت اہلسنت کراچی کے علامہ شاد تراب الحق قادری خطاب کر رہے ہیں۔ اس موقع پر مولانا ابراہیم رحمانی، مولانا غلام علی الرحمن چشتی، مولانا کامران قادری و دیگر بھی موجود ہیں۔



شمید مولانا سید محمود حسین شاہ کے چہلم کے اجتماع سے صمدیہ مسجد کورنگی میں علامہ شاد تراب الحق قادری، مولانا احمد علی شاہ سیفی، مولانا ابراہیم رحمانی، مولانا غلام علی الرحمن چشتی، مولانا ناصر خان ترابی، مولانا جمیل احمد امینی، مولانا عباس علی قادری خطاب کر رہے ہیں۔



جماعت اہلسنت پاکستان کراچی (نیو کراچی ہاؤس) کے زیر اہتمام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانفرنس سے علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب، علامہ ابراہیم رحمانی، محمد اسد جواد و دیگر قارئین خطاب کر رہے ہیں۔